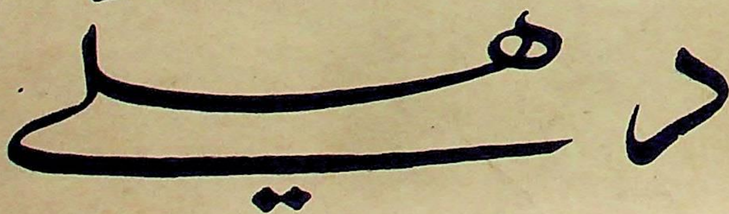
اوم

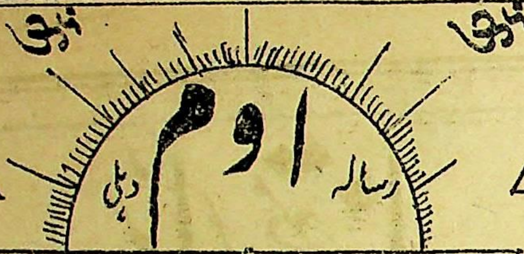


JUNE
1961

As. -9-

ایڈیٹر:- گورکھ ناتھ نندہ

ایڈیٹر
گورکھ ناتھ
نندہ



چندہ سالانہ
سات روپے
-/7

قیمت فی پرچہ
56
نئے پیسے

ممالک غیر سے
نو روپے
-/9

فہرست مضامین جون ۱۹۶۱ء

باہتمام شری گورکھ ناتھ نندہ ایڈیٹر و پروپرائٹر و شری برہمانند بی اے پرنٹر و پبلشر کھنہ لیتھو پریس چاوڑی بازار دہلی میں چھپا اور دفتر رسالہ "اوم" اندرون اجمیری گیٹ دہلی ۔۶ سے شائع ہوا

پرارتھنا

مجھے دھرم وید سے ایشور سدا اس طرح کا پیار دے / کہ نہ موڑوں منہ کبھی اس سے میں چاہے سر کو کوئی اتار دے
وہ کلیجہ رام کو جو دیا وہ جگر جو بدھ کو عطا کیا / وہ فراخدلی شمش کا گھڑی بھر مجھے بھی ادھار دے
نہ ہو دشمنوں سے مجھے گلہ کروں میں بدی کی جگہ بھلا / میرے دل سے نکلے سدا دعا چاہے کشٹ کوئی ہزار دے
نہیں مجھ کو خواہش مرتبہ نہ ہے مال و زر کی ہوس مجھے / میری عمر خدمتِ خلق میں میرے ایشور تو گزار دے
نہ کسی کا مرتبہ دیکھ کر جلے دل میں زارِ حسد کبھی / جہاں پر رہوں رہوں مست میں مجھے ایسا صبر قرار دے
مجھے پرانی مار کیواسطے کرد سوزِ دل وہ عطا پتا / جلوں غم میں اُن کے میں اسطرح کہ نہ خاک تک بھی غبار دے
میری ایسی زندگی ہو بسر کہ رہوں سرخرو تیرے سامنے / نہ کہیں مجھے میرا آتما ہی یہ شرم لیسل دہار دے
ہے پریم کی یہی کامنا یہی ایک اُس کی ہے آرزو / کہ وہ چند روزہ حیات کو تیری یاد میں ہی گزار دے

خدایا! یہ میری تو سُن التجا / مجھے عشق میں اپنے شیدا بنا
سوا یاد تیری نہ ہو اور کام / رہوں یاد تیری میں ہر صبح و شام
حلاوت دے ایسی کہ میں جاؤں بھول / یہ فکر ہائے دُنیا جو ہیں بسکہ طول
نگاہِ تلطف سے مجھ کو خدا / عدوان خمسہ سے لیجو بچا
غریب الوطن ہوں گم کردہ راہ / تھکا ماندہ از بس میں ہوں یا اللہ
نہ ہمراہ رفیق ہے کوئی میرے ساتھ / مقابل میں دُشمن لگائے ہیں گھات
ستاتے یہ ہیں دمبدم میری جان / نہیں چین آتا مجھے ایک آن
کروں کیا الٰہی! میں حیران ہوں / بحالت تذبذب پریشان ہوں
تو کر رحم حالت پہ میری خدا / شرارت سے اس نفسِ بد کے بچا
یہ درپردہ کرتا لعیں مجھ سے کیں / ڈریں اولیا ہم ز فکر لعیں
یہ مارِ سیاہ آستیں کا میری / ہے کھاتا غذا خونِ دل کی میری
عزم نیک کرتا ہوں میں دل میں جب / بہانہ یہ صد پیش لاتا ہے تب
یہ امروز فردا پہ ہے ٹالتا! / نہ دل کی میری بات ہے مانتا
یہ اپنی کرے ہے. نہ مانے مری / ہوئی تلخ ہستی ہے اس سے مری

کرو دستگیری میری یا خدا
رہوں تا حضوری میں تیری سدا

کرم اور گیان

(از شری سنت ہری سنگھ جی مہاراج ۱۱/6۔ ایسٹ پٹیل نگر نئی دہلی)

"پھل کارن پھولی بن رائے پھل پا کے توں پھول بلائے
گیانے کارن کرم ابھیاس گیان بھیا توں کرمیں ناس"
(گوربانی)

دھرم گرنتھوں میں کرم پھل سے گیان کا پھل چونکہ بہت ادھک مانا گیا ہے۔ اس لئے کرم کی نسبت گیان کو بہت مہتو حاصل ہے۔ اس بات کو دکھلانے کے لئے یہ نیچے کی آکھیا کا بیان کی جاتی ہے۔ چھاندوگیہ اُپنشد میں راجہ جان شرتی کا ذکر آیا ہے۔ اُپنشد بتلاتی ہے کہ راجہ جان شرتی مہا دانی اُدار اور دھرماتما تھا۔ اُس نے غریب غربا کے تائیں دان کرم کی وجہ سے نیز اپنی اُدارتا کے سبب لوک میں کافی یش پراپت کیا تھا۔ اُس کے ہاں دان کرنے کے لئے بہت سا اَن روزانہ پکایا جاتا تھا۔ اُس نے اسی آشے سے کہ سب یاتری اُس کا ہی ان کھادیں۔ جگہ جگہ دھرم شالائیں اور نواس استھان بنوا دیئے تھے۔ اس سے اُس کا یہ مطلب تھا کہ اُن دھرم شالاؤں میں نواس کرنے والے لوگ اُس کا ہی اَن بھوجن کریں۔

ایک دن کا ذکر ہے کہ جب راجہ گرمی کے موسم میں شام کے وقت اپنے محل کی چھت پر بیٹھا تھا تو اُس نے دیکھا کہ ہنس اُڑتے ہوئے اُس کے محل کے اُوپر سے گزرے ہیں اور آپسمیں اس طرح بات چیت کرتے چلے جا رہے ہیں۔ اُن میں سے ایک ہنس نے دوسرے سے کہا۔ ارے دیکھ راجہ جان شرتی کا تیج سورگ لوک کے سمان تمام طرف پھیل رہا ہے۔ تو اُسے مت چھو ایسا نہ ہو کہ وہ تجھے بھسم کر دیوے۔ ناظرین اس میں تعجب نہ کرنا کہ ایسا کیونکر ہو سکتا ہے۔ کیا بھلا کبھی پکھشی بھی آدمیوں کی طرح بات چیت کیا کرتے ہیں جسے راجہ جان شرتی نے سُنا۔ تو اس کا مختصر جواب یہ ہے کہ وہ پکھشی کوئی رشی ہوں یا دیوتا۔ وہ جان شرتی راجہ کے گُنوں سے سنتشٹ ہو کر اُسے کچھ سکھشا دینے کی غرض سے ہی ہنس کے رُوپ میں اُس کے محل کے اُوپر سے گذرے تھے اور بات چیت بھی آپسمیں اتنی ہی دُوری پر سے کرتے تھے کہ جسے راجہ بخوبی سُن پاوے۔ شائد اس غرض سے ہی اُن کا آنا ہوا تھا کہ اتنے مہان دان کرم سے راجہ کے من میں ابھیمان اُتپن نہ ہو جاوے کیونکہ نیک کام کرتے ہوئے ابھیمان کے بھی اُدے ہو جانے کی سمبھاونا ہو سکتی ہے۔ اس لئے راجہ کے بھی اُس اہنکار کا انکور پیدا نہ ہو جاوے۔ وہ اسے اُپدیش دینے کے لئے اُس کے نزدیک ظاہر ہوئے تھے۔

اس طرح جب اُڑتے ہوئے اگلے ہنس پکھشی سے پچھلے ہنس نے کہا تو اُسے سُن کر وہ بولا۔ ارے تو کس مہتو کو لیکر اس راجہ کی اس طرح اُستتی کرتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے تو شائد اُس گاڑی دان رَیک کو نہیں جانتا جسکے مقابلے میں یہ راجہ کچھ بھی وقعت نہیں رکھتا۔ اس پر اُس نے پوچھا بھلا وہ رَیک گاڑی وان کون ہے۔ اور کیسا ہے۔ تب اُس نے کہا سُن جیسا کہ وہ رَیک ہے میں تمہیں سکھاتا ہوں۔ جس طرح لوک میں پاسا کھیلتے سمے جب چار انک والا پاسا جے لابھ کرتا ہے تو اُس کے داؤ جیتنے والے کے تین دو اور ایک انک والے ترتیا، دواپر اور کلی نام والے نیچے کے تمام پاسے بھی پراپت ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح اس راجہ کے دان پنیہ کرم کی تو بھلا بات ہی کیا ہے۔

یہ تمام پرجا جو بھی سادھو کرم یا دھرم انوشٹھان کرتی ہے وہ سب کا سب پھل رئیک کے ہی دھرم میں سما جاتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ تمام پرانیوں کے دھرم کا پھل اُس رئیک سے جانی ہوئی ودیا کے ہی انتربھوت ہے۔ اور نہ صرف اتنا ہی بلکہ دُوسرا بھی اگر کوئی اُس ودیا کو جانتا ہے جو اُس رئیک نے جانی ہے تو اُسے بھی اُس رئیک کی مانند تمام پرانیوں کے دھرم سموہ کا پھل پراپت ہو جاتا ہے۔ ایسی اُس رئیک کے پاس ودیا ہے جس کے برابر اسی راجہ جان شُرتی کے بڑے سے بڑے بھی دان کرم کا پھل تلنا نہیں کر سکتا۔ اتاہ اے بھائی تو اُس رئیک کے مہتو کو نہ جان کر ہی یُوں اِس راجہ اور اُس کے کرم کی بڑائی کر رہا ہے۔

ہنس پکھشیوں کی اِس سب وارتا کو جس میں اُس کی اپنی نندہ اور رئیک کی اُستتی کا سماچار دیا جا رہا تھا راجہ جان شُرتی نے مَن کی چھت پر ٹہلتے ٹہلتے ہی سُن لیا اور نہ صرف سُنا ہی بلکہ شوک کے سمندر میں ایسا غرق ہُوا کہ اُسے اُس رات مُطلق نیند نہ آئی اور اسی وچار میں راتری بھر غلطاں رہا اور سوچتا رہا کہ بھلا وہ رئیک کون ہوگا اور اُس سے جانی ہوئی ودیا بھی کیسی ہوگی جس کے سامنے میرے تمام پُنیہ کرم انوشٹھان کو ہنس پکھشیوں نے ہیچ اور پوچ بنا دیا۔ اِس قسم کی چنتا اور فکر میں اُس کی وہ تمام رات گذر گئی۔ دُوسرے دن صبح ہوتے ہی وندی جنوں یعنی بھٹوں دوارہ اُستتی کئے گئے واکیوں سے جگائے جانے پر اُس نے اُنہیں کہا کہ آپ لوگ کیا ہماری تعریف کرتے ہو آپ شاید اُس گاڑی وان رئیک کو نہیں جانتے جس کے سامنے میری کچھ تلنا نہیں ہو سکتی۔ تاتپریہ یہ ہے کہ اُستتی اور پرشنسا کے یوگ تو وُہی ہے میں نہیں اور پھر اُنہیں بتلایا کہ جس طرح پاسے کے اندر کرت نام والے پاسے کے دوارہ جیتنے والے پُرش کے ادھین باقی تینوں پاسے ہو جاتے ہیں اسی طرح میں نے سُنا ہے کہ جو کچھ بھی پرجا۔ ۔ ۔ ست کرم انوشٹھان کرتی ہے اُس کا تمام پھل اُس رئیک کو پراپت ہو جاتا ہے۔ یعنی اُس رئیک سے جانی ہوئی ودیا کے ہی انتربھوت ہو جاتا ہے۔ اتاہ اے بھائی اُس رئیک کو کہیں ڈھونڈ ڈھ بھال کر دو میں اُسے ملونگا اور اُس سے جانی ہوئی ودیا کو بھی حاصل کرونگا جس کے جان لینے پر تمام کرموں کے پھل خود بخود مِل جاتے ہیں۔ اور اگر کہیں اُس کا سماچار نہیں مِل جاوے تو اُسے میری ملنے کی خواہش کو تم اُسے کہہ دینا۔

رئیک کے درشن سمبندھی راجہ جان شُرتی کی اِس طرح کی اُتکنٹھا اچھا کو جان کر ایک سیوک اُس کی تلاش اور ڈھونڈ ڈھ بھال کے لئے چلا مگر اُس کے چن چکر سمجھنے کے لئے اُس نے راجہ سے پُوچھا اے بھگون یہ گاڑی وان رئیک ہے کیسا ہے تو اس پر راجہ نے اُسے ہنس پکھشیوں کے درمیان بیتی تمام وارتا کو ہُو بہو دوہرا دیا۔ چنانچہ اُس کے تمام سمعن کو سمرن رکھ کر وہ سیوک اُس رئیک کی کھوج کے لئے چلا۔ مگر باوجود کافی کوشش کے بھی وہ اُسے نہ پا سکا اور واپس آکر راجہ سے بولا کہ اے بھگون میں اُسے نہیں پا سکا اور نہیں جانتا کہ وہ رئیک کہاں ہے۔ مگر چونکہ راجہ کے من میں ہنس پکھشیوں کے وچنوں کی گہری چوٹ لگ چکی تھی اُسے بھلا رئیک کے ملے بنا کہاں چین تھا۔ لہٰذا اُس نے پھر سے سیوک سے کہا کہ ارے کیا تم نے ایکانت پردیش ندی تٹ اور گری گپھا آدی جہاں پر ایا مہاتما لوگ برہم ویتا سنت جن رہا کرتے ہیں۔ ایسے استھان دیکھے ہیں؟ اور اگر نہیں دیکھے تو میرے کہنے پر پھر ایک دفعہ جا کر اُس کی کھوج کر۔ اس طرح کہے جانے پر وہ پھر چلا اور جس طرح راجہ نے اُسے سمجھایا تھا اُس نے رئیک کی تلاش میں بن بن ندی تٹ اور گری گپھا آدی تمام چھانٹ مارے اور یہ تو اُس نے ایک چھکڑے کے نیچے کھاج کھجوتے ہوئے رئیک کو دیکھا اور سمجھ لیا کہ یقیناً یہ وہی گاڑی وان رئیک ہے جس کا پتہ راجہ نے دیا تھا کیونکہ جہاں اُس

نے اُسے دیکھا وہاں نزدیک ایک گاڑی بھی کھڑی تھی وہ اُس کے سمیپ نمرتا پُوربک بیٹھ گیا۔ اور اُس نے کہا اے بھگون کیا گاڑی والے رئیک آپ ہی ہیں۔ اس طرح پُوچھے جانے پر رئیک نے جواب دیا " ارے ہاں میں ہی ہوں" یعنی اس طرح اُسے " ارے" کہہ کر مانو اُس کا اناد رہی پرگٹ کیا۔ یوں وہ سیوک اُسے جان کر اور ایسا سمجھ کر کہ اب میں نے رئیک کو جان لیا ہے۔ واپس آیا اور آ کر سب برتانت راجہ سے کہہ سُنایا۔ راجہ سُن کر خوش ہُوا اور اُس کے درشنوں کے لئے چھ صد گائیں ایک ہار اور ایک رتھ جس میں دو کھچری جُتی ہوئیں تھیں ہمراہ لے کر اور اُس سیوک کو آگے کر کے چلا۔ یوں رئیک کے پاس پہنچ کر اُس نے نویدن کیا۔ اے بھگون۔ یہ چھ صد گائیں یہ ہار اور یہ کھچریوں سے جُتا ہُوا رتھ میں آپ کے لئے لایا ہُوں۔ آپ اس دھن کو سویکار کیجئے اور مجھے اُس دیوتا کا اُپدیش دیجئے جس کی آپ اُپاسنا کرتے ہیں۔

یہاں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ راجہ جان شُرتی سیوک کے کہنے سے رئیک کا گرہست آشرم سمبندھی سنکلپ اور دھن کی اچھا کو جان گیا تھا۔ اِسی واسطے اُس کے لئے وِدیا پراپتی کے بدلے میں اِتنا دھن لے آیا۔ مگر چونکہ راجہ کی بات سُنتے ہی رئیک نے اُسے " شودر" کہہ کر پکارا اور کہا ارے شودر یہ گئووں کے سہت ہار اور رتھ تیرے پاس ہی رہیں مجھے اِن کی ضرورت نہیں۔ راجہ جان شُرتی بڑی بُری طرح اپمانت ہو کر لوٹا مگر چونکہ اُسے رئیک سے جانی ہوئی وِدیا کو وہ اوشیہ پراپت کیا چاہتا تھا اور اُسے ہنس پکھشیوں کی سب بات سمرن تھی۔ اس لئے پھر آیا مگر اس بار بجائے چھ صد گائے کے وہ ایک ہزار گائیں ایک ہار۔ کھچریوں سے جُتا ہُوا رتھ اور اپنی کنیا بھی اُسے دینے کی غرض سے لایا +

لیکن یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ اِتنے دھرماتما راجہ کو جو سچ مُچ اتی شردھا اور دِنے سمپن ہو کر آور اُس پر بھی اتنے دھن کے سہت وِدیا گرہن کرنے کے لئے آیا تھا رئیک نے اُسے "شودر" کہکر کیوں پکارا۔ تو اس کے اندر آچاریوں کے بھِن بھِن سمادھان ہیں۔ ایک کہتے ہیں کہ ہنس پکھشیوں سے رئیک گاڑی والے کی مہما سُن کر راجہ کے اندر شوک کا آدیش ہو گیا تھا جسے اپنی دِویہ درشٹی سے رئیک نے جان کر اُسے " ارے شودر" ایسا کہا اور اپنی سروگیتا کا ہی پرتیچے دیا۔ دوسروں کی رائے ہے کہ چونکہ راجہ فقط دھن دے کر ہی وِدیا لابھ کرنا چاہتا تھا شاریرک سیوا سے نہیں اس لئے بھی اُسے شودر کہہ کر پکارا۔ پھر اور ہیں جو کہتے ہیں کہ راجہ چونکہ پہلی بار بہت تھوڑا دھن لایا تھا اِس لئے کرودھ وش اُسے شودر کہکر بلایا کیونکہ بہت دھن لانے پر اُسے گرہن کر لینا ہی اس بات کو ثابت کرتا ہے۔ کچھ ہی کہو یہاں یہ کتھا اِس بات کو بھی سُوچت کرتی ہے کہ وِدیا پراپتی کے لئے اگر اپمان بھی ہو تو اُس کی بھی پرواہ نہ کر کے شردھا اور بھگتی پُوربک ہی اُسے گرہن کرنا چاہیئے۔ باقی یہ امر بھی صحیح ہے کہ وِدیا پراپتی کے لئے شاریرک سیوا اور دھن ارپن آدی بھی پرم سادھن مانے جاتے ہیں۔ بس یہ ہی مختصر اِس سوال کا جواب ہے۔ اب پھر راجہ اور رئیک کی اگلی بات چیت سُنیئے۔

راجہ نے پہلے کی طرح رئیک سے کہا کہ اے بھگون! یہ ایک ہزار گائیں یہ ہار یہ کھچریوں سے جُتا ہُوا رتھ یہ آپ کی بھاریا (دھرم پتنی) ہونے کے لئے میری کنیا اور گاؤں بھی جس میں کہ آپ نواس کرتے ہیں سب لیجئے اور مجھے وہ وِدیا دیجئے جسے آپ جانتے ہیں۔ اور جسے جان کر کرتیہ کرت ہو رہے ہیں۔

راجہ کی اِس طرح نمرتا پُوربک پرارتھنا کرنے پر رئیک نے کہا کہ اِس راجہ کنیا کے میرے تئیں سمرپن کرنے

کے دوارسے ہی تو مجھے بُلوا کر مجھ سے ودیا لینا چاہتا ہے۔ اچھا تو یہ میں تمہیں سکھاتا ہوں تو اُسے دھیان سے سُن ناظرین اس کے بعد رشی رئیک نے راجہ شرتی کو "سنورگ ودیا" دی جو پران ودیا یعنی سگن برہم ودیا سے متعلق ہے مگر ہم اُسے یہاں نہایت مشکل پر کرن ہونے کی وجہ سے بیان نہیں کرتے کیونکہ وہ ایک شاستری وِشے ہے جسے ہمارے پاٹھک شاید سمجھ نہ سکیں۔ کیونکہ ہمیں تو اِس لمبی چوڑی کہانی سے فقط کرم پھلوں کی نسبت ودیا کا مہان پھل دِکھلا کرم سے گیان کا مہتو ہی درشانا ہے۔ اور یہی ہمارے اس پرستاؤ کا وشے ہے سنورگ ودیا مطلوب نہیں۔ کہانی بھی ہم نے اپنے پاٹھکوں کے لئے اِس وجہ سے کہی ہے کہ اُن پر کرم کی نسبت ودیا کی مہمان پرگٹ ہو جائے۔ اور پھر یہ کہانی بھی ہماری من مانی کلپنا نہیں۔ یہ ویدک ہے اور اسے ہم سا کشات اُپنشد سے لائے ہیں جیسا کہ اُوپر بیان ہو چکا ہے کہ چھاندوگیہ اُپنشد کے اندر اس کا تذکرہ ہُوا ہے بلکہ اُپنشد آخر میں بتلاتی ہے کہ وہ گرام جہاں کہ رشی رئیک رہا کرتے تھے اور جسے راجہ جان شرتی نے رئیک کو دے دیا تھا اب بھی وہ دیش پرسدھ ہے۔ اس لئے یہ من گھڑت رچنا نہیں بلکہ صحیح واقعات ہیں۔

یُوں شرتی اور سمرتی پرتی پادت تمام کرموں کی اپیکشا برہم ودیا کا درجہ بہت اُونچا ہے۔ اور یہی بات اِس مندرجہ بالا کہانی سے دِکھلائی گئی ہے۔ کیونکہ مہادانی اُدار راجہ شرتی نے کافی دھن دے کر بلکہ اپنا ایمان سمجھ کر بھی ودیا کو رئیک سے حاصل کیا تھا۔ اب اِس بات کی تصدیق میں ہم چند بھگوت گیتا کے واکیہ بھی ترجمہ کے ساتھ پرمان کرتے ہیں اُنہیں بھی بغور سمجھ لیا جاوے۔

"नहि ज्ञानेन सदृशं पवित्रमिह विद्यते" (۱) مطلب۔ اے ارجن گیان کے سمان اِس لوک میں کچھ پوتر نہیں

"सर्वं कर्माखिलं पार्थ ज्ञाने परिस्माप्यते" (2) " " " " پھلوں کے سمیت تمام کرم گیان میں ہی سماپت ہو جاتے ہیں

"श्रेयान्द्रव्यमयाद यज्ञाद ज्ञानयज्ञः परन्तप" (3) اے شترو تاپن۔ دروَیہ مے یگیہ سے گیان یگیہ شریشٹ ہے

"कर्मिभ्यश्चाधिको योगी तस्मात योगी भवार्जुन" (4) اے ارجن۔ کرمیوں سے یوگی اُدھک ہے اس لئے تو یوگی ہو جا۔

(5) "वेदेषु यज्ञेषु तपःसु चैव दानेषु यत पुण्यफलं प्रदिष्टम्।
अत्येति तत्सर्वमिदं विदित्वा योगी परं स्थानमुपैति चाद्यम्"

مطلب:۔ ویدوں میں یگیوں میں تپسیاؤں میں اور دان کرموں میں جو پھل بیان ہوا ہے گیان یوگی اُس سب کو جان کر اُلنگھن کر جاتا ہے۔ اور آخر پرم پد پاتا ہے۔

مگر شاستر کے اِس چھپے ہوئے راز کو مُطلق نہ سمجھتے ہوئے اور "यावद् जीवेद अग्निहोत्रं जुहुयात" یعنی جب تک جیئے اگنی ہوتر کرم ہی کرتا رہے یا تو "कुर्वन्नेवेह कर्माणि जिजीविषेत शतं समाः" یعنی کرموں کا کرتا ہُوا ہی سو سال تک جینے کی خواہش کرے اپیادی وید واکیوں کو ہی فقط پرمان رُوپ سے مانتا ہُوا آج کل کا کرمی پُرش تا جیون کرم کانڈ میں پھنسا رہتا ہے۔ کداچت بھی گیان کی پراپتی کے لئے پرتین نہیں کرتا اور اس طرح اِس مانو جیون کے بڑے اُدیش سے بالکل ونچت رہ جاتا ہے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ ایسے وید واکیہ پرمان رُوپ نہیں ہیں۔ اور آدمی کو کرم انوشٹھان نہیں کرنا چاہیئے۔ بلکہ ہمارا مطلب تو یہ ہے کہ جہاں تک کرم انوشٹھان کی اوشکتا ہو ضرور سم کرے لیکن اِس سے مُراد یہ ہرگز نہیں کہ اُن کرموں کو ہی عمر بھر کرتا رہے اور کبھی بھی اُن سے اُپرام نہ ہو۔

شُرتی بھگوتی نے اگر سو سال یا جیون بھر کرم کرنے کی آگیا دی ہے تو وہ صرف کرموں میں رُچی اُتپن کرنے کی غرض سے ہے نہ کہ اُن کرموں اور اُن کے پھلوں سے کبھی بھی فراغت نہ پاوے۔ اس مطلب سے کہا ہے۔ اور اگر ایسا وید کا تات پریہ نہ مانا جائیگا تو وید کا گیان کانڈ سب نضول اور دیرتھ ہو جاویگا اور ایسا نہ ہونا چاہیئے کیونکہ جیسے کرم کانڈ پرمان رُوپ ہے، ایسے گیان کانڈ بھی۔ پس دانا شخص کو برہم ودیا کا ادھیکاری بننے کے لئے تو ضرور نشکام بھاؤ سے کرم کرنے چاہئیں لیکن ادھیکار سمپن ہونے پر یعنی کرموں کے پھلوں سے ویراگ ہو جانے پر اُن جملہ کرموں کا تیاگ ہی واجب ہے۔ اور اسی طرح ہی وید کے جملہ واکیہ کیا کرم سمبندھی اور کیا گیان سمبندھی سب پرمانیک ہو جاتے ہیں چنانچہ ویدوں کی تعلیم سے یہی تھا مطلوب +

اور پھر چونکہ "कर्मणा बध्यते जन्तु विद्यया च विमुच्यते" یعنی کہ کرموں سے جیو بندھایمان ہوتا ہے۔ اور ودیا سے چھوٹتا ہے۔ ایسا شاستر کا انتم آدیش ہے۔ اس لئے اے بھائیو اس مانو جیون کی سپھلتا کے لئے ادھیکاری ہو کر کرم تیاگ پُوربک گیان کے سادھن وویک ویراگ مُمکھشتا آدی سمپادن کریئے کیونکہ اسوائے اس کے آواگون کے چکر سے خلاصی کو راہ نہیں اور یاد رہے کہ اگر اس بات سے ایک بار چُوک گئے اور فقط کرموں کے ہی انوشٹھان میں تا جیون پڑے رہے نیز پرماتما کا آتم رُوپ سے گیان حاصل نہ کر سکے تو پھر ہمیشہ کے لئے سُکھ اور شانتی سے ہاتھ دھو بیٹھو گے اور بار بار جنم مرتیو کا ہی گراس بنو گے۔ بس اس سے زیادہ اس وقت نہ کچھ ہم جانتے ہیں اور نہ کہنا ہی چاہتے ہیں بلکہ اتنا ہی کرم کی نسبت برہم ودیا کی اُستتی میں جس کے لئے اُوپر راجہ جان شُرتی اور رشی رَیک کا اتہاس نروپن کیا گیا ہے کافی سمجھتے ہیں۔ پرماتما ہمارے پاٹھکوں کو نیکی بخشے۔ بس اِن الفاظ سے ہم اپنا یہ مضمون ختم کرتے ہیں + "ادم شلم"

نانویں پادشاہی گرو تیغ بہادر جی کی

امرت بانی

راگ جیت سری محلہ ۹

بھولیو من مایا اُرجھایو (ٹیک)

جو جو کرم کیو لالچ لگ۔ تیہہ تیہہ آپ بندھایو
سمجھ نہ پرِی وشے رس رچیو۔ لِش ہری کو بسرایو
سنگ سوامی جا بیونا ہیں۔ بن کھوجن کو دھایو
رتن نام گھٹ ہی کے بھیتر۔ تا کو گیان نہ پایو
جن نانک بھگونت بھجن بن۔ برتھا جنم گنوایو

(۱) اُس اُس سے۔ (۲) کدڑ یو (۳) اُس کا

راگ جیت سری محلہ ۹

من رے سا چا گہہو وچارا (ٹیک)

رام نام بن مِتھیا مانو۔ سگرشے یہ سنسارا
جا کو یوگی کھوجت ہارے۔ پایو نا ئیں تیہہ پارا
سو سوامی تم نکٹ پچھانو۔ رُوپ ریکھ تے نیارا
پاون نام جگت میں ہر کو۔ کبہو نا ہیں سنبھارا
نانک شرن پرِیو جگ بندھن۔ راکھو برد تمہارا

(۱) یکڑ (۲) تمام۔ سب۔ (۳) پوتر کرنے والا (۴) اپنا دھرم یا پیر مگیا۔

مناجات

یعنی

پر برھم پرماتما کو حاضر ناظر جان کر دُعا مانگنا

شری ۱۰۸ ابرھم لین اودھوت سالگرام جی مہاراج

یارب ہمہ خفتہ ایم تو بیداری دہ ! درمستی و شہوتیم ہوشیاری دہ
اے پرماتما! ہم سب سوئے پڑے ہیں تو جگا۔ ہم مستی اور شہوت میں ہیں ہوشیاری دے
آندم کہ نہ یابم زیاران یاری یارب تو بفضلِ خود مرا یاری دہ
جس وقت کہ میں دوستوں سے امداد نہ پاؤں۔ اے پرماتما تو اپنی مہربانی سے امداد کر
اے خالقِ ہر بلندی و پستی شش چیز عطا بکن زہستی
اے تمام نیچ اُونچ کے مالک! اپنی ہستی سے چھ چیزیں بخش۔
ایمان و امان و تندرستی علم و عمل و فراخ دستی
دھرم اور امن اور صحت۔ علم اور عمل اور کھلا ہاتھ
یارب تو چناں کن کہ پریشاں نشوم محتاجِ برادران و خویشاں نشوم
اے پرماتما! تو ایسے کر کہ میں پریشان نہ ہوں۔ بھائیوں اور رشتہ داروں کا محتاج نہ ہوں
بے منتِ مخلوق مرا روزی دہ تا از درِ تو بر درِ ایشاں نروم
خلقت کی منت کے بغیر مجھ کو روزی دے۔ تاکہ تیرے دروازے سے اُنکے دروازے پر نجاؤں
نظرے بحالِ من کن کز دست رفت کارم بکسم مکن حوالہ کہ بجز تو کس ندارم
میرے حال پر ایک نظر کر کیونکہ میرا کام میرے ہاتھ سے چلا گیا ہے مجھ کو کسی کے حوالے نہ کر کیونکہ تیرے بغیر کسی کو نہیں رکھتا
چشمِ ہوس مریضِ عصیاں بر نسخۂ رافت حکیم است
ہوس کی اُمید گناہوں کا بیمار۔ پرماتما کی مہربانی کے نسخے پر ہے
در طاعت گرچہ با بخیلیم غم نیست کہ کار با کریم است
اگرچہ بندگی میں ہم کنجوس ہیں۔ کوئی غم نہیں کہ سخی سے کام ہے۔
ازیں لب تشنگی وخستہ جاں چند بیاباں مرگ چوں ریگِ رواں چند
پیاسے لب سے چند خستہ جان۔ مرگ کے میدان میں ریت کیطرح اُڑنے والے
الٰہی بر سریر محنتم صاحب کلاہی دہ ز درد داغ عشقم تاج و تخت بادشاہی دہ
ہے پرماتما مجھ کو محنت کے تخت پر بادشاہی دے۔ مجھکو عشق کے داغ کے درد سے بادشاہی کا تاج و تخت دے

سنت رویداس

"ہر صورت بن کر آیا ہے"

بھگت رویداس رامانند جی کے چیلے اور کبیر صاحب کے ہمعصر تھے۔ اُن کا جنم اچھوت چمار جاتی میں ہُوا۔ لیکن بھگوان سے اپنے اتھاہ پریم اور آتم انوبھو کے کارن اُن کی مہانتا برہمنوں سے بھی زیادہ بڑھ گئی۔

"ہونہار برواکے چکنے چکنے پات" کے مصداق بچپن میں ہی آپ کا رُجحان ہری بھجن اور سنت سیوا کی طرف تھا آپ کے باپ کی مالی حالت اچھی تھی۔ آپ کو جو کچھ گھر سے ہاتھ لگتا۔ خدایاد لوگوں کو کھلا دیتے۔ باپ کو یہ وطیرہ ناگوار گزرا اُس نے ناراض ہو کر علیحدہ کر دیا اور اُنہیں ہوش سنبھالنے پر ہی اپنے لیئے روٹی کمانے کا تردّد کرنا پڑا۔ شادی چھوٹی عمر میں ہی ہو چکی تھی۔ اس لیئے ایک جھونپڑی میں ڈیرہ کر لیا اور جُوتیوں کو بنانے اور گانٹھنے سے اپنا نرباہ کرنے لگے۔

رویداس جی عموماً اپنے خیال میں محو رہتے تھے۔ اُن کے ہاتھوں سے کام ہوتا تھا۔ مگر اُن کا من ہمیشہ ہی بھگوان کی یاد میں غرق رہتا تھا۔ اُن کے خیال میں جو کچھ جاگرت اوستھا میں نظر آتا یا جو باتیں عالم خواب میں دِکھائی پڑتیں سب ہی بھگوت رُوپ تھیں۔ اُنہیں زندگی میں ہی ستیہ کی پراپتی ہو چکی تھی۔ وُہ "شِوم" کی اُپاسنا کرتے ہُوئے ہر ایک گھٹنا میں بھلائی ہی دیکھتے تھے۔ اور اُن کی نگاہ میں اِس جگت میں اُس لیلا مئے بھگوان کی خوبصورتی اور سُندرتا کے دریا بہتے تھے۔ اُن کی آتم ستھتی کچھ عجیب تھی۔ شانتی اور دھیرج کے وُہ مجسّمہ تھے۔

ایک دِن ایک شخص اُن کے پاس آیا اور کرخت سی آواز میں کہنے لگا۔ "او چمار! یہ لو پیسہ اور میری جوتی گانٹھ دو۔ چنانچہ اُس نے اُن کی جگہ پر پیسہ بھی پھینک دیا اور جوتی بھی اُتار کر اُن کے آگے رکھ دی اور خود یہ کہہ کر کہ مجھے اس وقت ایک ضروری کام ہے ابھی واپس آتا ہوں۔ میرے آنے تک جوتی تیار ہو، چلا گیا۔ رویداس جی نے جُوتی اُٹھا کر آگے رکھ لی اور ہاتھ کا کام ختم کر کے اُس جُوتی کو گانٹھا۔

تھوڑی دیر میں وہ شخص واپس آ گیا۔ پُوچھا "جُوتی تیار ہے؟" جواب میں رویداس جی نے جُوتی آگے رکھ دی اور کہا۔ حضُور تیار ہے۔ وُہ جُوتی پہن کر چلا گیا۔ مگر تھوڑی دیر بعد پھر اُسی طرح کی ٹُوٹی ہُوئی جوتی لے کر واپس آ گیا۔ اور کہنے لگا۔ تُم بڑے خراب آدمی ہو۔ ایسا کچّا کام کرتے ہو کہ تمہاری مرمت نے دو گھنٹے بھی نہیں نکالے۔ مزدوری پہلے ہی لے لیتے ہو اور کام کی یہ حالت ہے۔ غرضیکہ اُس نے بہت ہی سخت سُست کہا۔ رویداس نے جواب میں صرف اِتنا کہا کہ اچھا مہاراج! پھر گانٹھ دیتا ہُوں۔ دھاگا کچّا رہ گیا ہوگا۔ قِصہ کوتاہ رویداس جی نے اب کی دفعہ اِس جُوتی کو نہایت ہی مضبوطی سے گانٹھا۔ اور گراہک کے حوالے کی۔

مگر گراہک ہے کہ پیچھا چھوڑنے میں ہی نہیں آتا۔ وُہ دوسری دفعہ پھر توڑ کر لے آیا اور اب کے بہت ہی واہی تباہی کہنی شروع کر دی۔ حتےٰ کہ گالی گلوچ سے بھی فرق نہ رکھا۔ دھیان میں مست رویداس جی نے کہا۔ مہاراج! ناراض نہ ہوجیئے۔ میں پھر گانٹھ دیتا ہُوں۔ گراہک نے کہا اچھا جلدی کر۔ تم نے میرا بڑا وقت ضائع کیا ہے۔ رویداس جی پھر اُس جوتے کو گانٹھنے لگ گئے۔ اور تیسری دفعہ پھر مکمل کر کے دیا۔

لیکن گراہک تو کوئی مُمتحن تھا۔ وہ شاید رویداس جی کے دھیریہ اور شانتی کی پریکھشا کرنے آیا تھا۔ نہ اُسے ایک پیسہ دے کر بار بار غریب موچی کو تنگ کرنے میں جھجک محسوس ہوتی تھی اور نہ ہی اُونچی نیچی بات کہنے میں کوئی تامّل۔ وہ گھوڑ چڑھوں کی طرح اُسی رعب اور دبدبہ سے پھر آدھمکا اور پہلی دو باروں سے بھی زیادہ سخت سُست کہنے لگا۔

رویداس جی اپنے رنگ میں محو اِن سب گھٹناؤں کو بھگوت لیلا جانتے ہُوئے آنندت تھے۔ وہ اُسے اپنے پریتم کی ناز و ادا خیال کئے ہوئے تھے۔ جب تیسری بار اُس سے مخاطب ہوئے تو ہنس کر کہا کہ "تیریاں توڑیاں کون گانڈھے" یعنی وہ اُس وقت اپنے بھگوان سے مخاطب ہو رہے تھے۔ کہتے ہیں کہ اُسی وقت وہ شخص اُنہیں بھگوان کے رُوپ میں پرگٹ دِکھائی دیا۔ اور اُس کے بعد فوراً ہی آنکھوں سے اوجھل ہو گیا۔

اِس گھٹنا سے رویداس جی کو ساکار رُوپ میں پہلی بار بھگوت درشن ہُوئے اور پھر اُن کے پریم کی گاڑھتا میں دن بدن زیادہ ترقی نمودار ہونے لگی۔

رویداس جی ایک نہایت ہی اُونچے پایہ کے بھگت تھے۔ وہ اپنے اندر اور باہر ہر جگہ بھگوان کو دیکھتے تھے وہ ہر رُوپ میں اُسی کا درشن کرتے تھے۔ ہر آواز میں اُسی کی بانی سُنتے تھے اور اُن کا کھانا، پینا، لینا، سونا اور نمسکار سب کچھ ہی سمادھی تھی۔ لیکن پھر بھی ابھیمانی لوگوں میں وہ اچھوت تھے۔ اُنہیں مندر جانے کی اجازت نہ تھی اور مندر میں جا کر بھگوان کی مُورتی کے درشن نہ کر سکتے تھے۔ اِس لئے اُنہوں نے اپنی جھونپڑی میں ایک مُورتی چمڑے کی تیار کر کے رکھی اور اُسی سے اپنا ظاہری نِت کرم کا کام چلانے لگے۔ مگر اہنکاری لوگوں کو اس پر بھی صبر نہ آیا اور اُنہوں نے چمڑے کی مُورتی کیخلاف ایک زبردست اندولن پیدا کرنے کی کوشش کی۔ رویداس جی اُن مہاپرشوں میں سے تھے کہ جو نربھے اور دھیریہ وان ہوتے ہیں۔ جو کسی بھی دُکھ، تکلیف اور مُصیبت سے نہیں ڈرتے۔ جنہیں اپنی نندا اور اپمان کی ذرا بھی پرواہ نہیں ہوتی۔ بلکہ جو اپنی نندا اور اپمان کو اپنے اہنکار کے علاج کے لئے شوق سے استعمال کرتے ہیں۔ حتےٰ کہ جنہیں موت بھی اپنے گھر کا دروازہ معلوم ہوتی ہے۔ اس لئے ایسی فضول حرکات کا اُن پر کیا اثر پڑ سکتا ہے۔ شرارتی لوگوں نے خود ہی یہ غوغہ اُٹھایا اور خود ہی کچھ عرصہ بعد جھاگ کی طرح بیٹھ گئے۔

رویداس جی کی آمدنی کا ذریعہ صرف جُوتوں کی تیاری اور مرمّت تک ہی محدُود تھا اور اُس میں سے بھی جب کبھی اُن کو کوئی سادھو مہاتما مل جاتا۔ تو اُسے پہننے کے لئے جُوتی کا جوڑا مُفت دیتے۔ اِس لئے مالی حالت عموماً خراب رہتی تھی۔ لیکن اِس کی پرواہ کب تھی۔ وہ تو اور ہی دھن سے مالا مال ہو رہے تھے۔

اِس تنگدستی کے عالم میں ایک خدا رسیدہ بزرگ اُن کے پاس آیا۔ آپ نے اُس کے کھانے پینے کا انتظام کیا۔ اور جہاں تک ہو سکتا تھا۔ اُس کی خاطر تواضع کی۔ اُس شخص نے آپ کو سنگ پارس نذر کیا۔ اُس کے اوصاف بتائے۔ اور کہا کہ اِسے احتیاط سے رکھنا۔ رویداس جی نے کہا کہ مجھے اِس کی ضرورت نہیں۔ میری دولت اور جائداد سب کچھ پربھو کا نام ہے۔ جب اُس بزرگ کو معلوم ہُوا کہ رویداس جی لالچ سے بلند تر ہیں۔ تو اُس نے اِسرار کے ساتھ کہا کہ میرے کہنے پر ہی اُسے اپنے گھر رکھ لو۔ ممکن ہے کسی وقت کام آ جائے۔ مجبُور ہو کر رویداس جی نے کہا کہ اچھا اِسے میرے چھپّر میں ٹانگ دو۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ یہ جنس قابل قبُول نہیں۔ تیرہ ماہ کے بعد جب وہ بزرگ واپس آیا۔ تو رویداس جی کو بدستور سابق تنگدست ہی پایا۔ اُس نے دریافت

کیا کہ سنگ پارس کا کیا ہُوا۔ آپ نے جواب دیا کہ جہاں رکھ گئے تھے۔ وہیں ہوگا چنانچہ اُس شخص نے وہ پتھر وہاں سے اُسی طرح کا رکھا ہُوا اُٹھایا اور اپنی راہ لی۔

گو رویداس جی اتنے تیاگی تھے کہ تیرہ ۱۳ ماہ گھر میں پارس پڑا رہا اور اُس کی طرف دھیان بھی نہ کیا۔ لیکن پرارَبدھ کے بھوگ بھی بڑے پربل ہوتے ہیں۔ ایک دن کوئی شخص اُن کی پُوجا کی چیزیں رکھنے والی ٹوکری میں اشرفیاں ڈال گیا۔ وہ دیکھ کر بڑے حیران ہُوئے کہ یہ کون ڈال گیا ہوگا۔ بہتیرا سوچا، کچھ سمجھ نہ آئی۔ آخر خواب میں اُنہیں بھگوان کی طرف سے بشارت ہوئی کہ اگرچہ تمہیں دولت کی کوئی پرواہ نہیں۔ لیکن اِس دولت کو قبول کر لو۔ یہ میں نے تمھیں خود بخشی ہے۔ رویداس جی نے اُسے قبول کر لیا۔ اور اُس روپیہ سے رفاہِ عام کے لئے ایک سرائے تعمیر کرائی۔ جس میں سادھو سنتوں کی سیوا ہونے لگی۔ سرائے کے ساتھ ہی ایک خوبصورت مندر بنوایا اُس پر سونے کی چھتری لگوائی اور اُسے خوب آراستہ کیا۔

لیکن رویداس جی کو اُسی تکلیف کا سامنا ہُوا۔ جو یکایک مالدار بننے والوں کو پیش آتی ہیں۔ برہمنوں نے بنارس کے راجہ سے شکایت کی کہ شاستروں میں یہ اجازت نہیں کہ ایک موچی ایشور کی مورتی بنائے۔ راجہ نے رویداس جی کو طلب کیا۔ اُنہوں نے بے خوفی سے اپنے خیالات کا اظہار کیا اور راجہ صاحب اُن کی دلائل سے ایسے متاثر ہُوئے کہ حاسد برہمنوں کی کوئی پیش نہ گئی۔

اب اُن کے یش اور کیرتی کی خوشبو اور بھی پھیل گئی۔ چتوڑ کی رانی جھالی نے جب آپ کی شُہرت سُنی تو وہ آپ کے درشنوں کو حاضر ہوئی اور آپ کی چیلی بن گئی۔ اِس پر اُس کے برہمن خدام بہت ناراض ہوئے اور کہا کہ رانی کی عقل جاتی رہی ہے وہ چلے گئے اور رانا سے جو اُس کا خاوند تھا شکایت کی۔ اُس نے بھگت جی کو بُلوایا اور برہمنوں کے لگائے ہوئے الزامات سُنے۔ جنہوں نے ذات پات کی فضیلت پر زور دیا اور کہا کہ یہ مناسب نہیں کہ موچی کو اس طرح کا روحانی اور سوشل اِعزاز حاصل ہو۔

رویداس جی نے جواب میں کہا کہ "ایشور کو تو جو چیز عزیز ہے وہ بھگتی ہے۔ وہ جات پات کا خیال یا لحاظ نہیں کرتے" اس پر برہمنوں نے ویدوں کے پرمان نکالے۔ تین گھنٹے متواتر وید منتر پڑھتے رہے لیکن وہ راجہ کو قائل نہ کر سکے۔ برخلاف اِس کے رویداس جی کی روحانی شان نے راجہ کے دِل کو موہ لیا اور وہ علے الاعلان اسی دربار میں اپنی رانی کی طرح رویداس جی کا معتقد بن گیا۔

اِس کے بعد رانی جھالی نے چتوڑ پہنچ کر بھگت رویداس جی کی ادھیکشتا میں ایک بڑا بھاری یگیہ کیا۔ اس اوسر پر رانی نے بہت کچھ دان کیا اور ریاست کے بڑے بڑے پنڈتوں کو بُلوایا۔ مگر برہمنوں کے اندر "اہنکار" کا دہی چور تھا اُنہوں نے مشورہ کیا کہ رانی کا پکا ہُوا بھوجن نہ لیں بلکہ کچی رسد لیکر اپنا بھوجن خود پکائیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ مگر مہاپرشوں کی عظمت چھُپانے سے ہرگز نہیں چھُپ سکتی۔ وہ جس جگہ پر قدم رکھتے ہیں۔ بھتل سونا ہو جاتی ہے۔ اُن کے چرنوں کی دُھول میں شہنشاہوں کے تاج لُڑھکتے ہیں۔ دیوتا اُن کا درشن پاکر اپنے آپکو پرم سوبھاگیہ وان خیال کرتے ہیں۔ جونہی سب برہمن کھانا کھانے بیٹھے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ہر دو برہمنوں کے درمیان بھگت رویداس جی براجمان ہیں۔ بس پھر کیا تھا۔ سب برہمن اُن کے پاؤں پر گر پڑے اور اُن کے چیلے بن گئے۔ (ادم شرم)

لطفِ پیہم

(منشی نوبت رائے جی شوخ)

ملا ہے دل تمہیں دے کر قرارِ جاوداں مجھکو
مرادِ درد محبت ہو گیا تسکینِ جاں مجھکو

ہوا جب محو میں تم میں خودی نا آشنا ہو کر
ہوئی یہ ہستی موہوم بے نام و نشاں مجھکو

میں اپنے آپ کو وہ مخزنِ انوار پاتا ہوں
نظر آتا ہے جس کا اک تماشا یہ جہاں مجھکو

کھلونا بن رہی ہے اب مرے ادنیٰ اشاروں کا
یہی دنیا جو پہلے تھی بلائے ناگہاں مجھکو

بچایا ہے تمہاری رحمتوں کی کارسازی نے
حوادث لے رہے تھے کارواں در کارواں مجھکو

عطا تم نے کیا وہ کیف اپنے لطفِ پیہم کا
نظر آتی ہے ہر اک موج جس کی بیکراں مجھکو

بڑے آرام میں ہوں تم کو اپنے آپ میں پاکر
یہ میرا کشفِ باطن ہے سرورِ جاوداں مجھکو

میرا دل ہو گیا یکسو تمہارا آئینہ بن کر
بہائے گا خیالوں کا تموج اب کہاں مجھکو

سکونِ ذات جو ملتا ہے سب کو خوابِ راحت میں
ہے بیداری کے عالم میں وہ حاصل بیگماں مجھکو

اماں پاکر میں ذاتِ لامکاں میں شوخ بے غم ہوں
نہ خوفِ برق و باراں ہے نہ فکرِ آشیاں مجھکو

آنند

پُر سُرور زندگی (مسلسل)

از مہاتما بھاگ مل جی سائینی

ایشور نے اِنسان کو "چیز" نہیں بنایا ہے اپنا "پتر" بنایا ہے اور اُس کو اپنی الہٰی صِفات کا حصّہ دار کیا ہے۔ پیدائش حالات کی طاقت اور خود راہنمائی سے سرفراز اور ممتاز کیا ہے۔ اپنی موجودہ ابتر حالت پر حل چلانے کے لئے قُدرت نے انسان کو ایک ایسا آلہ بخشا ہوا ہے۔ اور کوئی فرد و بشر اِس سے محروم نہیں کیا ہے۔ یہ آلہ اس قسم کا ہے جو ناکارہ کسی وقت میں نہیں رہ سکتا۔ اِنسان اِس آلہ کی راہنمائی کرے یا نہ کرے یہ دِن رات چلتا ہی رہتا ہے اور یہی وجہ ہے۔ اگر انسان اس آلہ کا صحیح استعمال نہ کرے تو یہ خود بخود اُسے تباہ و برباد کر دیتا ہے۔ اس آلہ کا نام "خیال" ہے۔ خیال ہی انسانی قسمت کا بُت تراشنے والا ہے۔ ہر ایک انسان کی زندگی کا راز اُس کا خیال ہے۔ اُپنشدوں اور گیتا میں اِنسان کی اصلی شکل و صورت "خیال" ہی بتلائی ہے وید منتر ہے۔

खु क्रतु मय: पुरुष:॥

ترجمہ:- یہ پُرش سنکلپ ہے (خیال مجسم) ہے۔

دُنیا کا سب سے بڑا فلسفہ "ویدانت" غلط نہیں کہتا کہ دُنیا خیال ہے۔ یعنی ہماری دُنیا ہمارے خیالات اور دِلی جذبات کا نتیجہ ہے۔ خواہ اِس بات کو کوئی مانے یا نہ مانے یہ دوسری بات ہے۔ لیکن یہ بات سولہ آنے دُرست اور صحیح ہے کہ جو کچھ بیاں ہوتا ہے اپنے ہی خیال کا نتیجہ ہے۔ اور جو ہوگا وہ اپنے ہی خیال کا اثر ہوگا۔

یہ عجیب و غریب آلہ اگرچہ حواس سے محسوس نہیں ہوتا مگر کل عالم محسوسات کو رفتہ رفتہ اپنی شکل و صورت میں بدل سکتا ہے۔ کیونکہ دراصل خیال اور مادی دُنیا دو جُداگانہ ہستیاں نہیں ہیں۔ خیالات ہی جُملہ اشیاء کی اندرونی حقائق ہیں اور اشیاء خیالات کی بیرونی صُورتیں ہیں جب تک اِنسان اپنے خیالات سے باخبر نہیں ہوتا وہ بیرونی حالات اور طاقتوں کا غلام رہتا ہے۔ اور جب وہ اپنے خیال میں بیدار ہوتا ہے تو دُنیا کی ہر شے اُس کے آگے اور اُس کی راہ میں اپنا آپ نچھاور کرنے لگتی ہے کیونکہ بقول ایک مہاتما خیال ایک بڑی سے بڑی طاقت ہے۔ اور اُس کا قانون اٹل ہے۔ اِنسان اپنے ہی خیالات کے ہتھیاروں سے مارا جاتا ہے۔ تم جس قسم کے اچھے بُرے خیالات سوچو گے تمہارے ہاتھ زبان اور من سے ویسے فعل ہونے لگیں گے جہاں ایک دفعہ آگ جلائی جائے گی۔ آگ کے شعلوں کا بھڑکنا لازمی ہے۔ جہاں ہوا بھری جائے گی آندھی اور طوفان آئیں گے کوئی خیال کبھی دبا نہیں رہ سکتا۔ بیج کو زمین میں چھپا دو۔ وہ موقع پا کر مٹی کے پردوں کو چیر پھاڑ کر کھُلی ہوا میں باہر نکل آئے گا۔ اس لئے تم

اپنے ہر خیال، کلام، اور عمل کو پاکیزہ، شیریں اور پُر مسرت بناؤ کیونکہ بقول مہاتما جیمز ایلین پوتر خیالات سے پاک کام ظاہر ہوتے ہیں۔ پاک کاموں سے پاکیزہ زندگی بنتی ہے۔ اور پاکیزہ زندگی سے کامل آنند حاصل ہوتا ہے۔ برخلاف اِس کے زندگی کی نشو ونما کی مٹھاس اور اُس کی پاکیزگی کی تروتازگی قائم نہیں رہ سکتی۔

امریکہ کے مشہور سنت اور نئی دُنیا کے برہم گیانی مہاتما ایمرسن نے خیال کے متعلق کہا ہے:-

"THE KEY TO EVERY MAN IS HIS THOUGHT"

(ترجمہ "ہر ایک انسان کی کلید اُس کا خیال ہے")

جس کا حقیقی مطلب یہ ہے کہ خیال دُنیا کی جُملہ طاقتوں سے زیادہ طاقتور ہے۔ اگر حضرت انسان کو اپنے خیال کی طاقت کا حقیقی علم ہو جائے تو وہ اپنی زبردست دُنیا بنا سکتا ہے لیکن ضرورت اِس بات کی ہے کہ وہ صاحب خیال ہو اور اُسے اپنے خیال کو یکسُوہ کرنے کی تدبیر آتی ہو کیونکہ صاحبِ خیال ہی دنیوی اور رُوحانی معاملات میں سرگرمی اور جدوجہد سے کام کر کے ہر قسم کی کامیابی حاصل کر سکتا ہے۔ جو شخص جس قسم (نیک و بد) کے خیالات دائم سوچنے میں ہمہ تن مصروف رہتا ہے۔ کچھ عرصہ کے بعد وہی خیالات ...... اُس کے لیئے قدرتی ہو جاتے ہیں۔ اِس سلسلہ میں ایک صاحب یُوں فرماتے ہیں۔

"انسانی توجہ کی تین حالتیں ہوا کرتی ہیں۔ پہلی حالت "قدرتی توجہ کی" مثلاً کسی نے کوئی گولا چلایا اور انسان کی توجہ قدرتی طور پر اُس کی جانب چلی گئی دوسری حالت "پیدا کردہ توجہ" یعنی کتاب پڑھنے یا کوئی دوسرا کام کرنے کے لیئے جو توجہ پیدا کی جاتی ہے۔ تیسری حالت "پیدا کردہ توجہ کا قدرتی توجہ میں تبدیل ہو جانا" اس حالت کی تشریح و توضیح آئل انجن یا موٹر کو رواں کرنے کے لیئے پہلے اپنے ہاتھ سے ان کے وہیل کو چند ایک چکر دیتے ہیں اور اس کے بعد خود بخود چال پکڑ لیتے ہیں ٹھیک اسی طرح اِنسان جس قسم کے خیالات میں دائم متوجہ رہتا ہے۔ وہی خیالات اُس کے لیئے قدرتی ہو جاتے ہیں۔

ہم لوگ من کی دُنیا کے اصُولوں کو نہ جانتے ہوئے اپنے دِل و دماغ میں کمزور خیالات کو گذرنے کی کھلی چھُٹی دے دیتے ہیں اُن کو جسمانی صُورت اختیار کرنے میں دیر تو لگتی ہے مگر جب وہ ایک دفعہ ہمارے اُپ چیتن من میں خوب اچھی طرح جم جاتے ہیں تو پھر ہم اُن سے لگاتار ستائے جاتے ہیں یعنی جو لوگ اِس قانون کو نہیں جانتے بحرِ دنیا میں خوب جھکولے کھاتے ہوئے اِدھر سے اُدھر اور اُدھر سے اِدھر پھرتے ہیں۔ اِن کا حال اُس سفینہ کی مانند ہے جو چپّو کے بغیر بحر میں پھر رہی ہے۔

چھوٹے سے چھوٹے خیال کا بھی ردِ عمل ہوتا ہے اُٹھتے خیال کو مغلوب کرنا آسان ہوتا ہے۔ جب وہ جڑ پکڑ لیتا ہے تو اُس کا اُکھاڑنا اسی قدر مشکل ہوتا ہے جتنا کہ درخت کا۔ جلتی دیا سلائی کو ایک نہایت خفیف سی پھُونک سے بجھایا جا سکتا ہے۔ مگر جب وہ کسی شے میں لگ جلے تو شہروں کے شہر خاکستر کر دیتی ہے۔

جس طرح ایشور اپنے سنکلپ سے دُنیا بناتا ہے۔ اِسی طرح ہر ایک اِنسان اپنے خیال (creative Power) سے اپنی بُری بھلی دُنیا بناتا ہے اور ہمیشہ یاد رکھنا چاہیئے کہ جو کچھ بھی انسان اس وقت ہے وہ مکمل طور پر اپنے سابقہ خیالات اور خواہشات کا نتیجہ ہے۔ اور جیسے وہ اس وقت خیال

رکھتا ہے ویسا وہ مستقبل میں ہوگا۔ جس شخص نے اس قانون کو بخوبی سمجھ لیا ہے وہ اپنی قسمت کا مکمل صانع ہو جاتا ہے۔ یعنی تمہاری موجودہ شکل و صورت تمہارے اگلے خیالات کا نتیجہ ہے۔ تم نے پہلے جو کچھ سوچا سمجھا، کہا، دھرا تھا وہی ہوا۔ اسی طرح اب بھی جو کچھ تم کرتے ہو آگے چل کر وہی ہوگا۔ یہ ایک اٹل قانون ہے جس کو لغزش کے نام سے چڑھ ہے۔

دُنیا میں عام طور آدمی حالات کا غلام پایا جاتا ہے اور یہ عقیدہ رکھتا ہے۔

جہاز عمر رواں پر سوار بیٹھے ہیں　　سوار خاک ہیں بے اختیار بیٹھے ہیں
رام سہارے رات دن رہو کھاٹ پر سوئے　　نہ ہونی ہونی نہیں ہونی ہوئے سو ہوئے
دریا کو اپنی موجوں کی طغیانیوں سے کام　　کشتی کسی کی پار ہو یا درمیاں رہے۔
لائی حیات آئی قضا لے چلی چلے۔　　اپنی خوشی سے آئے نہ اپنی خوشی چلے
ذوق اس بحرِ فنا میں کشتیٔ عمر رواں　　جس جگہ پر جا لگی وہ ہی کنارا ہو گیا

وہ اپنے جیون میں ترقی کرنے یا بڑھنے کی کوئی خواہش نہیں کرتا۔ اُس کی زندگی کا بڑے سے بڑا موٹو — "جیسی آوے تیسی گزرے" ہوتا ہے۔ (جاری رہیگا)

ریویو (تبصرہ) : The Gems of Geeta

شریمد بھگوت گیتا کے ایک سو اٹھتر منتخبہ شلوکوں پر مشتمل ایک چھوٹی سی کتاب بنام "دا جیمز آف گیتا" The Gems of Geeta حال ہی میں بزبان انگریزی، ودیالیہ پریس برندابن سے شائع ہوئی ہے۔ جو رسالہ "ادم" کے کہنہ مشق ادیب اور شاعر شری جگن ناتھ صاحب کھنہ صفی کا نتیجہ فکر ہے۔ فاضل مصنف نے جس خوبی سے یہ انتخاب کیا ہے اور شریمد بھگوت گیتا کے دقیق فلسفہ کو جس دلچسپ پیرایہ میں کھول کر رکھ دیا ہے۔ اور وہ بھی انگریزی نظم میں جو ہر طرح سے ادبی محاسن سے پُر ہے۔ یہ انہیں کا کام ہے اور اس کے لئے وہ مستحق مبارکباد ہیں۔ حقیقتاً یہ گیتا کا ایک اعلےٰ نچوڑ ہے اور لطف یہ ہے کہ اس اختصار سے مضمون کی مجمل دلچسپی میں بیش قدر اضافہ ہی ہوا ہے کمی نہیں ہوئی۔ اور یہ دل چاہتا ہے کہ اُسے شروع سے لیکر آخیر تک ایک دم پڑھ جائیں انگریزی خواں اصحاب کے لئے جو سنسکرت سے بے بہرہ ہیں یہ کتاب نہایت مُفید ثابت ہوگی۔ ہم پُر زور سفارش کرتے ہیں کہ اس کتاب کا کچھ حصہ میٹرک کے انگریزی کورسوں میں شامل کیا جائے، اُمید واثق ہے کہ سرکار عالیہ اور انگریزی دان پبلک مصنف کی محنت کی داد دے گی۔ "انائیڈ برندابن" کے بعد صفی صاحب کی یہ دوسری قابل قدر تصنیف ہے۔ کاغذ اور چھپائی نہایت عمدہ، قیمت صرف ۲۵ نئے پیسے۔

ملنے کا پتہ :- آدارہ برادرس، برندابن یا مصنف بہار گھاٹ برندابن۔

کتاب دفتر "ادم" اجمیری گیٹ دہلی سے بھی دستیاب ہو سکتی ہے۔ (ادارہ)

اُسے کہاں دیکھا

از شری جگن ناتھ جی کھنہ صفیؔ
بی۔ اے۔ بی۔ ٹی۔ برندابن نواسی

ادھر دیکھا اُدھر دیکھا یہاں دیکھا وہاں دیکھا
کہیں وہ غیب کے پردے سے چھپکر ہیں نکتا
اُسے دیکھا تہ و بالا اُسے زیر و زبر دیکھا
شبِ تاریک میں اُسکو چھپاتے اپنا مُنہ دیکھا
وہی مسجد ہے اور مسجود بھی دیکھو بنا خود ہے
جدھر دیکھا جہاں دیکھا اُسی کی ہے یہ نیرنگی
وہ خود محفل ہے اور اس میں ہے خود رامشگری کرتا
بنا خود ہے وہ میخانہ، وہی ساقی وہی ساغر
کہاں دُنیا کی چیزوں میں ثبات و پائداری ہے
وہی برکت وہی شوکت وہی طاقت وہی ثروت
وہی گُل بن کے خود روئے چمن کو زیب دیتا ہے
حسیں ہے وہ وہی ناز و ادا ہے خود حسینوں کا
وہی ہے صورتِ رفعت ہویدا آسمانوں پر
ہیں سب رنگینیاں اُسکی ہیں سب نیرنگیاں اُسکی
وہی ظاہر وہی باطن وہی اندر وہی باہر
وہی کثرت میں وحدت ہے یہی وحدت ہی کثرت وہ
اُسے خنداں اُسے گریاں بخراماں اور اُسے رقصاں

ہر اک جا شوخ کو ہم نے صفیؔ جلوہ کناں دیکھا،
کہیں اُسکو نہاں دیکھا، کہیں اُسکو عیاں دیکھا
اُسے اوپر، اُسے نیچے، اُسے ہی درمیاں دیکھا
اُسے ہی صورتِ شمس و قمر پھر ضو فشاں دیکھا
اُسے ہی ہم نے سب کے سامنے سجدہ کناں دیکھا
وہ خود دشت و بیاباں ہے، اُسے ہی گلستاں دیکھا
یہ موسیقی اُسی کی ہے اُسے نوحہ کناں دیکھا
اُسی کو ہم نے پیمانہ اُسے رطلِ گراں دیکھا
فقط اُس ذات بیچوں کو ہی ہم نے جاوداں دیکھا
اُسی کو ہم نے طاقتور اُسی کو ناتواں دیکھا
اُسی کو صورتِ بلبل چہکتے بیگماں دیکھا
اُسے شیدائے حُسن و عاشقِ لالہ رخاں دیکھا
اُسی کو کہکشاں اُس کو ہی بحرِ بیکراں دیکھا
خزاں اُس کی اُسے ہی پھر بہارِ گلستاں دیکھا
جہاں دیکھا جدھر دیکھا بس اُسکا ہی نشاں دیکھا
صفیؔ توحید حق کا ہم نے یہ رازِ نہاں دیکھا
اُسی کو ہم نے موسیقار زیرِ آسماں دیکھا

مہرشیوں کے رسیلے گیت

از شری کاہن چند نسیم

دو برس ہوئے ادم میں "مہرشیوں کے رسیلے گیتوں" کا سلسلہ شروع ہوا تھا جو کسی وجہ سے ٹوٹ گیا اُس سلسلہ کو اب پھر سے شروع کیا جاتا ہے۔ آشا ہے اُسی شوق اور دلچسپی سے پڑھا جائیگا۔ ؎

گنگا و جمنا بہاتے، ناچ فرماتے ہوئے۔
آرہے ہیں روح پرور گیت وہ گاتے ہوئے۔

دیکھئے! پراچین بھارت کے آریہ مہرشی 'اگنی دیوتا' کے پریم بھرے گیتوں کی دھونی میں کیسے مست الست ہیں؟ سچ ہے ہمارے دھارمک گرنتھوں نے بھی اگنی کو ایک "امر دیوتا" مانا ہے۔

آد سے لیکر انت تک یہ سدا جیوت رہنے والا ایسا دیوتا ہے جس کے گنوں کے گیت زمانہ موجودہ کے شاعر گائے بغیر نہیں رہ سکے غریبوں کی جھونپڑیوں سے لیکر امیروں اور بادشاہوں کے شاندار محلوں تک اِسی دیوتا کا سکہ چل رہا ہے۔

جنتا اور سرکار کو یہی دیوتا جن اَن اور دھن دینے والا ہے اگر یہ دیوتا دھرتی سے آکاش تک کی بادشاہت سے ہاتھ اُٹھا لے۔ تو تمام جگت کا دھندا یقیناً سماپت ہو جائے۔ اور یہ لب سے عاصی کیرانوی بی۔اے کا یہی شعر سُنائی دے۔ ؎

تیرے جاتے ہی چمن زار کا نقشہ بدلا
چھا گئی آج ہر اک پھول پہ حسرت اداسی

ایسے مہان اور پران دایک، دیوتا کی استتی بھلا مہرشی گائن کئے بنا کیسے رہ سکتے تھے! وہ فرماتے ہیں۔

اگنی دیوتا کا پتا آکاش اور اُس کی ماتا دھرتی ہے۔
یہ دیوتا ہر غریب اور امیر کا سہائیک اور پرم متر ہے۔

ہر کسی سے پیار کرنے والا ہے۔ اور جنم سے لیکر مرتیو تک ساتھ دینے والا ہے۔ اِس دیوتا کے دِل میں کسی پرانی کیلئے رتی بھر بھی دویش اور گھرنا نہیں ہے۔ یہی دیوتا سنسار بھر سے اندھیرا مٹانے والا اور پرکاش سے پری پُورن کرنے والا ہے۔

شیخ سعدی کا مشہور یہ شعر اِس دیوتا کیلئے لفظ بلفظ صحیح ہے۔

دوست آں باشد کہ گیرد دست دوست
در پریشاں حالی و درماندگی

گوسوامی تُلسی داس جی نے بھی ایسے متر ہی کیلئے کہا ہے۔

دھیرج - دہرم "متر" اور ناری
آپت کال پرکھئے چاری

دہرتی۔ وایو منڈل اور آکاش نے اِسی دیوتا کے پر اُپکاروں کے چرنوں میں اپنے سر جُھکا رکھے ہیں۔ یا یُوں بھی کہہ سکتے ہیں۔ کہ اِسی اگنی دیوتا نے دہرتی اور آکاش کا سمبندھ جوڑ رکھا ہے۔ جو اپنی دیا درشٹی سے ہمیں دہن دہان سے ترپت کر رہا ہے۔

سورج دانشی اور اگنی کل کے مہاداروں کے اُپکار بھی گنتی میں نہیں آسکتے۔ جن میں اگنی دیوتا کی شکتی سنچت ہوتی ہے وگیانکوں نے اگنی۔ بجلی اور سوریہ کی برکتوں سے آج تک ہزاروں لابھ پراپت کئے ہیں اور پرلے تک کرتے رہیں گے

کیا سوریہ اور بجلی اگنی دیوتا کی سنتان نہیں ہیں۔

برہمانڈ میں جو کچھ ہماری آنکھیں دیکھ پاتی ہیں ہیں وہی اپنے پنڈ یعنی شریر میں بھی نظر آتا ہے۔ مطلب یہ کہ یہی سُورج۔ بجلی اور اگنی ہمارے شریر میں بھی پرکاشمان ہے۔ کیول یہی ہمیں جیوت رکھنے کا آدہار ہیں۔ یہی ہمارے جیون یاترا کی رتھ کو چلانے والے ہیں۔ بنا سپتیوں میں بھی یہی درشن دے رہے ہیں۔

یہی کارن ہے۔ کہ مہرشیوں نے سوریہ دیوتا اور بجلی دیوتا کو اگنی دیوتا کا بھائی مانا ہے۔ ہاں! منش کو بھی اِن سے بھن نہیں سمجھا۔ اِس لئے ایک منتر دوارا یہ بتایا ہے

کہ یہ دیوتا اور سب پرانی پرکرتی ماتا کی گود میں ایک ساتھ کھیلنے والے آپس میں بھائی بندھو ہیں۔

ادم یعنی الشیور۔ جیو اور پرکرتی کی جڑیں اہنی سے ہری بھری ہیں۔

انتم سمیہ اگنی دیوتا چتا کے روپ میں غریبوں اور سمراٹوں کی آتماؤں کو دھرتی سے آکاش منڈل تک پہنچانے میں ایلچی کا کام کرتا ہے۔

جب دو لکڑیاں آپس میں سر جوڑتی ہیں۔ تو اگنی دیوتا جنم لیتا ہے۔

جب دو بادل خوب دیر سے گلے ملتے ہیں۔ تو بجلی دیوتا پرگٹ ہوتا ہے۔

جب راتری سے پربھات ہاتھ ملاتی ہے۔ اور ایک دوسرے سے بغل گیر ہوتے ہیں۔ تو سوریہ دیوتہ کی اُتپتی ہوتی ہے۔

سنسار میں جل دیوتا بھی سوریہ بھگوان اور اگنی دیو کے میل جول سے بادلوں کے پیٹ سے جنم دھارن کرتا ہے۔

سوریہ اور جل آکاش سے دھرتی کی بناسپتیوں اور جیو جنتو کو جیون پردان کرنے میں کتنی مہانتا کا ثبوت دیتے ہیں۔

جب دو لکڑیاں اگنی ششو کو جنم دیتی ہیں تو یہ ششو اپنے ماتا پتا کو اپنا اہار (بھوجن) بنا لیتا ہے۔ (یعنی لکڑی کو کھا جاتا ہے) کیا مزے کی بات ہے۔ کہ یہ ماتا کا دودھ بھی نہیں پیتا۔ پھر بھی اتنا شکتی شالی ہوتا ہے۔ کہ فوراً آکاش کی طرف دوڑ جاتا ہے۔ جتنا یہ روپ وان اور سندر ہے۔ اُتنا بھیانک بھی ہے۔ شیر۔ چیتے۔ بھالو اور جن بھوت آدمی تک اس سے ڈرتے ہیں۔

یہی اگنی دیوتا جب پاپیوں دکاروں کے جنگل میں پھنس جاتا ہے۔ تو وہ اور اودھم مچاتا اور طوفان بپا کرتا ہے۔ کہ سب کان پر ہاتھ دھرتے ہیں۔ اور پرماتما سے رکھشا کی پکار کرتے ہیں۔

اسرائیل دمصر۔ کوریا اور امریکہ۔ لاؤس الجیریا۔ کانگو، بھارت۔ پاکستان۔ چین اور پرتگال روس اور اینگلو امریکن بلاک غرضیکہ برہمانڈ بھر میں کون سے ملک ایسے ہیں جہاں اس کی چنگاریاں گل نہیں کھلا چکیں۔ یا اس سے بچے بچیت نہیں ہیں۔

اسی سلسلہ میں ہمارے محترم دوست رام کرشن صاحب مضطر ککو دڑی کا۔ یہ اندیشہ بے بنیاد نہیں۔

اٹھا نہ دیں قیامتیں حسد کی شعلہ باریاں
اُجڑ نہ جائیں یہ چمن۔ جھلس نہ جائیں کیاریاں

الغرض اگنی دیوتا جس کے آتم درشنوں سے ہمیں مہرشیوں نے محروم نہیں رکھا اس کا دو ٹھان بگٹ سے پرتیچے کرانے میں دور قدیم اور جدید کے فارسی اور اردو کے شاعروں نے بھی اپنی طبع آزمائی کے بڑھ چڑھ کرشمے دکھائے ہیں۔ اور زور قلم دکھانے میں مہرشیوں سے پیچھے نہیں رہے۔

اگر مذکورہ شاعروں کے تخیلات اور جذبات کا نمونہ بھی پیش کیا جائے تو 'ادم' کے سینکڑوں صفحات ضرورت ہونگے۔ لیکن اس کا دامن اتنا وسیع نہیں کہ اس قدر بوجھ اُٹھا سکے۔ اس لئے اب دوسرے خط کی انتظار کیجئے +

غزل

(امر چند قیس جالندھری)

وہ کیا ہی سمے تھا کہ تھے نت ہی میلے
مگر اب تو ہم رہ گئے ہیں اکیلے

بہت سوگ دیکھے بہت رنگ جھیلے
یونہیں تو نہیں پریم کا کھیل کھیلے

اب اس اپنی دنیا کا کرتار کھوٹ
یہ کٹھا ٹھیں یہ باڑھیں یہ دھارا یہ ریلے

جو کہتے تھے ہم تو ہیں جیون کے سنگی
ہمیں چھوڑ کر چل دیئے وہ اکیلے

یہی من تو ہے ایک شترو ہمارا
کوئی یہ بلا مفت ہی ہم سے لے لے

غضب کے وہ چالاک نکلے ہیں اے دل!
جنہیں تو سمجھتا تھا الھڑ انیلے

برہ، بے کلی، بین، چھل، پیر، آنسو
کمی رہ گئی ہو تو کچھ اور دے لے

سنائیں کسے جو گذرتی ہے جی پر
وہ ملتے نہیں ہیں اکیلے دکیلے

یہ بادل، یہ بجلی، یہ وایو، یہ ورشا
یہ رت پیاری پیاری مگر ہم اکیلے

نہ بھولیں گے ہم قیس امر کبھی ان کو
وہ گم سم سبھائیں۔ وہ چپ چاپ میلے

غزل

(امر چند قیس جالندھری)

سکھ کے سنسار کو لگا کر آگ
پریم میں ہم نے لے لیا ویراگ

جس قدر ہے لگاؤ تجھ سے مجھے
اس سے بڑھ کر ہے تجھ کو مجھ سے لاگ

بدلیاں مدھ بھری اٹھیں ساقی!
سوچتا کیا ہے کھول دے اب کاگ

بن گئی جی پہ روتے روتے یہاں
وہ سمجھتے ہیں گا رہا ہوں میں راگ

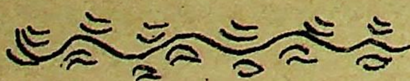
جب سناتا ہوں ان کو من کی بیتھا
وہ سناتے ہیں بے طرح بے لاگ

مڑ کر اک بار کیا ادھر دیکھا
کامنا کوٹ میں لگا دی آگ

نین ساگر ہیں من ہے اگنی کنڈ
نیر ہی نیر اور آگ ہی آگ

ہم تو سمجھے تھے آپ کو پنڈت
واہ نکلے ہیں آپ بھی کیا گھاگ

باس پریتم کا ہر جگہ ہے قیس!
کیا بندرابن اور کیا پراگ؟



"آدم" کا حلقۂ ست سنگ

جن اصحاب کو وید۔ کھٹ شاستر۔ گیتا کی تعلیم کے متعلق اور خاص طور پر ویدانت کے متعلق کوئی مسئلہ درپیش ہو یا کوئی بھی روحانی سوال ہو وہ اپنا سوال مختصر لفظوں میں میرے پتہ پر بھیج دیں۔ مفصل جواب آدم کے صفحات میں شائع کر دیا جائیگا۔ میرا پتہ یہ ہے:۔

دیوان پنڈی داس چوپڑہ۔ 6W/29 ویسٹ پٹیل نگر نئی دہلی ۱۲

سوال:۔ کیا نرگن اُپاسنا سے ہی مکتی ملتی ہے؟ یا سرگن سروپ کی اُپاسنا سے بھی۔

جواب:۔ آتما بذات خود تو من اور بُدھی کی پہنچ سے پرے ہے اُس میں جو گن دکھائی دیتے ہیں وہ تو ہمارے اپنے تخیل کا ہی نتیجہ ہیں۔ مکتی تو اُسی وقت ہوگی جب من کا بندھن ٹوٹ کر انسان کو اپنی ذات نرگن آتما میں قیام حاصل ہوگا۔ لیکن روحانی مسافر کو سگن سروپ کی اُپاسنا سے گذرنا ضروری ہے۔ کیونکہ جب تک من کا دخل ہے۔ وُہ سگن کی اُپاسنا ہی کر سکتا ہے

سوال:۔ عورت ذات کو اپنا گورو دھارن کرنا چاہئیے یا پتی ہی اُس کا گورو ہے؟

جواب:۔ حقیقی گورو تو سب کا وُہی ذات پاک ہے۔ جو کہ یوگ درشن کے مطابق زمان اور مکان کی حدود سے پرے ہے۔ میں نے تو آجتک کسی پراچین گرنتھ میں نہیں پڑھا کہ عورت کا صرف اپنا پتی ہی گورو ہے۔ اگر پتی جاہل ہو تو وہ روحانی معاملات میں استری کی کیا رہنمائی کر سکتا ہے۔ جب عام طور پر کہا جاتا ہے کہ پتی ہی استری کا گورو ہے۔ تو اُس سے صرف یہ مُراد ہوتی ہے کہ استری کا دھرم ہے کہ ہر حالت میں پتی کی عزت کو سب سے اونچا درجہ دے۔

سوال:۔ بھگوان رام مریادا پرشوتم تھے۔ بھگوان کرشن کیوں نہیں۔

جواب:۔ بھگوان رام ہر قسم کی مریادا کے پالن میں عدیم المثال تھے۔ بطور سعادت مند لڑکے کے۔ بطور بھائی کے۔ بطور ایک راجہ کے۔ بطور پتی کے۔ بطور ایک جرنیل کے سب پہلوؤں میں وہ عدیم المثال تھے۔ اسی نکتہ خیال سے اُن کو مریادہ پرشوتم کہا جاتا ہے۔ لیکن بھگوان کرشن اپنی جگہ اور خوبیوں و قابلیت کا مجسمہ تھے۔ اُن کو مریادہ پرشوتم نہ کہنا اُن کی عظمت کو کم نہیں کر دیتا ہے۔

سوال:۔ بھگوت گیتا میں شری کرشن نے ارجن کو کہا تھا کہ تُو سب دھرموں کو چھوڑ کر میری شرن میں آجا۔ لیکن پھر بھی بعض لوگ کرشن کی پُوجا کو چھوڑ کر دوسرے دیوتاؤں کی ارادھنا کرتے ہیں۔ ایسا کیوں ہوتا ہے۔

جواب:۔ بھگوت گیتا میں جہاں بھی بھگوان کرشن لفظ "میں" یا "میری" استعمال کرتے ہیں۔ وہاں ہر جگہ "آتما" سے مُراد ہے۔ پھر فرمایا ہے کہ دیوتاؤں کے بھگت دیوتاؤں کے پاس جاتے ہیں اور میرے بھگت میرے پاس آتے ہیں۔ لہٰذا جو لوگ دُنیا میں ترقی اور عظمت چاہتے ہیں۔ اُن کے لئے ضروری ہے۔ کہ وہ قدرت کی شکتیوں (دیوتاؤں) کا آسرا لیں۔ لیکن

جو لوگ آتم انوبھو چاہتے ہیں۔ اُن کے لئے یہ راستہ نہیں ہے۔ ہر انسان اپنی ضرورت اور خواہش کے مطابق ہی اپنا دستور العمل انتخاب کرتا ہے۔

سوال:۔ کیا رام۔ کرشن۔ وشنو۔ شیو۔ وغیرہ سب ایک ہی شکتی کا نام ہے۔ یا اُن کا اپنا اپنا استھان ہے۔

جواب:۔ شکتی جہاں بھی ہے وہ ایک ہی بنیادی ذات واحد کا مظہر ہے۔ اجسام اور اسمائے کی امتیاز سے مختلف معلوم ہوتی ہے۔ یہ صرف ہمارے من اور خیال کا معجزہ ہے، کہ ایک ہی ذات واحد مختلف صورتوں میں دکھائی دیتی ہے۔

سوال:۔ اس سنسار کو سنچالن کرنے والی جو شکتی ہے وہ ظاہر کیوں نہیں ہوتی ہے؟

جواب:۔ کوئی بھی شکتی ظاہر تو کبھی نہیں ہوتی ہے۔ یہ سلسلہ عالم اُس شکتی کا مظہر ہے۔ لیکن شکتی بذات خود تو ہمیشہ مخفی ہی رہتی ہے؟

سوال:۔ سبھی منش شبھ کرم کرتے ہوئے بھی دُکھ کا انوبھو کرتے ہیں۔ ایسا کیوں ہوتا ہے۔

جواب:۔ سُکھ اور دُکھ دونو بندھن ہیں۔ یہ بندھن اُسی وقت ٹوٹتا ہے جب اپنی ذات حقیقی (آتما) کے سروپ کا گیان ہوتا ہے۔ جو کہ اکرتا ہے۔ یعنی اُس میں فاعلیت کا احساس نہیں ہے۔ شبھ کرم من کو پوتر کرتے ہیں۔ کرم بندھن سے مُکت نہیں کر سکتے ہیں۔ سُکھ دُکھ کی تمیز سے اُسی وقت مُکتی ہوگی جب آتم درشن ہوگا۔

سوال:۔ جب انسان بُرا کرم کرتا ہے تو اپنے اندر سے کوئی شکتی اُسے منع کرتی ہے۔ وہ شکتی کیا ہے۔ اور کیوں کر ایسا ہوتا ہے؟

جواب:۔ جب تک ہمارا من کام کرتا ہے انسان اپنی ذات میں شاہد بھی ہے۔ اور مشہود بھی ہے۔ ناظر بھی ہے اور منظور بھی ہے۔ بُرا کرم کرنے لگتا ہے۔ تو اُس کی اپنی ہی آواز اُسے ملامت کرتی ہے۔ اسی فعل کو ضمیر یا کانشنس (conscience) کہتے ہیں خود ہی غلط راستہ اختیار کرنے پر مائل ہے۔ اور خود ہی رہنمائی کرتا ہے۔

سوال:۔ کیا آتما اور پرماتما ایک ہی جسم میں ایک ہی جگہ رہتے ہیں۔ یا جُدا جُدا؟ اگر جُدا جُدا ہیں تو وہ کہاں ہیں۔ اگر اکٹھے ہی رہتے ہیں تو آج تک مِلاپ کیوں نہیں ہوا؟

جواب:۔ شرمان جی! اصل میں حقیقی معنوں میں تو صرف ایک ہی ذات واحد ہست ہے۔ اور وہ ادّویت ہے یعنی دوسرے پن کا گیان مِتھیا ہے۔ وہ ذات واحد دیش اور کال کی حدود سے پرے ہے۔ یعنی کسی خاص جگہ رہنے کا اُس کے متعلق سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہے۔ ہاں اس شریر میں دو رُوپ سے رہتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔ شاہد بھی ہے مشہود بھی ہے۔ بھوگتا رُوپ سے جیو معلوم ہوتی ہے۔ اور شاہد رُوپ سے آخری حقیقت برہم ہے۔ گویا ایک ہی ذات دو رُوپ دھارن کرتی نظر آتی ہے اِن دونوں کا مِلاپ تو بے معنی ہے۔ مِلاپ تو دو مختلف چیزوں کا ہوتا ہے۔ یہ تو ہمیشہ سے صرف ایک ہی ذات واحد ہے۔ جب اس میں دوسرے پن کا مِتھیا گیان دُور ہو جاتا ہے۔ تو ایک ہی ذات واحد رہ جاتی ہے۔ مِلاپ تو نہیں ہوا۔ ہاں مِتھیا گیان دُور ہو گیا

سوال:۔ کیا آپ مختصر لفظوں میں بتا سکتے ہیں کہ ویدانت کیا ہے؟

جواب:۔ لفظ ویدانت کے معنی وید کا انت ہیں۔ یعنی ویدوں کا آخری پیغام۔ اور مختصر لفظوں میں یہ پیغام یہ ہے۔ (۱) برہم ست ہے۔ (۲) جگت مِتھیا ہے۔ اور (۳) جیو اور برہم ایک ہی ہیں

سوال:۔ کیا آپ پرماتما کی ہستی کا ثبوت دے سکتے ہیں۔

جواب:۔ اگر میں کہوں کہ میں کوئی ثبوت نہیں دے سکتا تو آپ حیران ہوں گے اور اگر میں کہوں کہ وید بھی اُس کا ثبوت نہیں دے سکتے ہیں تو آپ اور بھی حیران ہونگے لیکن حقیقت یہی ہے۔ کہ وہ آخری ذات ثبوت کا مضمون نہیں ہے۔ جو من اور بُدھی کی پہنچ سے پرے ہے۔ اُس میں ثبوت کو کس طرح سے دخل ہو سکتا ہے۔ وہ انسانی عقل۔ دلیل۔ منطق اور فلسفہ کی پہنچ سے پرے ہے۔ ہاں اُس کا انوبھو ضرور ہو سکتا ہے۔ اور پاتنجل کا یوگ درشن اُس کے انوبھو کا بہترین طریقہ ہے۔ جب عقل اپنا کام ختم کر چکیگی تو ذات حقیقی رونما ہوگی۔ ثبوت اُن چیزوں کا ہو

سکتا ہے جو کہ دیش۔ کال اور کارن کاریہ (علت معلول) کے اندر ہیں۔ پرماتما اِن سے پرے ہے۔ اُس کے ثبوت کا کیا معنی؟

آج کی بات

از کوی لوک ناتھ جی دِل خوشاب نواسی

ہوگئے ہیں حال سے بے حال اب — بھول بیٹھے ہیں پرانی چال اب
بیبیاں تو دفتروں کی شان ہیں — گودی میں شوہر لئے ہیں بال اب
بیٹا ہوٹل میں اُڑاتا ہے کباب — باپ کو ملتی ہے گھر میں دال اب
بوڑھی دادی اسطرح گھر میں رہے — جیسے چرخے کی پرانی مال اب
دادی اَن پڑھ اور پوتا اپٹوڈیٹ — یہ ہوا ہندوستاں کا حال اب
ڈیڈی۔ ممی۔ پنکی۔ پپّو کا رواج — بڑھتا ہی جاتا ہے آئے سال اب
ہر جگہ فیشن کی گُڈی چڑھ گئی — کون پوچھے سادگی کا حال اب
پیالیوں کا اور پلیٹوں کا ہے راج — اُٹھ گئے گھر سے گلاس اور تھال اب
مہربانی ساری سپرٹے کی ہے — گھومتے ہیں جو نفستی لال اب
فونٹیں پین اور کلائی کی گھڑی — ان کی ہے تلوار اور یہ ڈھال اب
ساز ہندی اور ولائتی ٹیون ہے — گیت ہندی اور ولایتی تال اب
چل رہے ہیں دیکھتے ہی دیکھتے — دیش کے لڑکے بدیشی چال اب
شیشہ و شانہ کے دیکھو ہر گھڑی — ہو گئے محتاج انکے بال اب
پینٹ اور بوشرٹ یوں تن پر چڑھی — کرتہ پاجامہ ہوا پامال اب

پہنتے ہیں ڈھیلا ڈھالا سوٹ یہ — چلتے ہیں آوارہ فیشن چال اب
چھوڑتے ہیں جب بھی کالج یا سکول — سوجھتا ہے انکو سینما حال اب
گنگناتے پھرتے ہیں یہ فلمی گیت — گلی بازاروں میں بانکے لال اب
لڑکیوں کے پیچھے ہیں یہ دوڑتے — تیز کر کے سائیکل کی چال اب
کرتے ہیں من مانی اپنی آئے دن — بڑوں کا دیتے ہیں کہنا ٹال اب
سن بزرگوں کے ادب کی بات کو — کرتے ہیں غصہ سے منہ فٹ بال اب
تیزی سے چلنے لگی ہے بے دھڑک — ہنس کی بیٹی کوے کی چال اب
ہونٹ ہندی اور ولایتی لپ اسٹک — دیسی رخ انگریزی خط و خال اب
گم ہوا ور اور مہندی کی بہار — نیل پالش سے ہیں ناخن لال اب
مٹھی بھر پوڈر تو چمچہ بھر کریم — تب کہیں ہوتے ہیں پالش گال اب
بازو بھی ننگے ہیں ننگا پیٹ بھی — تن پہ کرتہ ہو گیا جنجال اب
ہو گئی بے خوف کندھوں پر سوار — پتلی چنری اور موٹی شال اب
بیٹی اور جوڑے کے بندھن کھل گئے — ہو گئے آزاد سر کے بال اب
سر سے اترا اس طرح گھونگھٹ کا اوٹ — ہو گئی شرم و حیا پامال اب
لاج گھر کی لٹتی ہے بازار میں — سڑکوں پر بکھرا ہے گھر کا مال اب
پڑھا لکھا اک زمانہ ہو گیا — ان پڑھوں کی کیا گلے گی دال اب
وہ اندھیرا ایک نظر آتا نہیں — روشنی نے یوں بچھایا جال اب
رہ گئیں چندھیا کے آنکھیں سر بسر — بیٹھے ہیں آنکھوں پہ پردہ ڈال اب

کاش! کہ ایسی چلے کوئی ہوا
لوٹ آئے دور گذرے وقت کا

بھگت لاکھاجی

خزائن کا مالک وہی ایشور ہے

مارواڑ دیش میں لاکھاجی ایک مشہور بھگت ہوئے۔ وُہ اتنے سادھو سیوک بھگوت پریمی تھے۔ کہ اُن کی شُہرت کی دھاک دُور دُور تک پھیل گئی حتیٰ کہ وہاں کے راجہ کو بھی آپ سے بڑی بھاری عقیدت ہو گئی۔ راجہ اُن کی سیوا اپنے لئے سو بھاگیہ خیال کرتے تھے۔ لیکن وہ حتے الوسع راج دھن سے پرہیز کرتے تھے اور جو کچھ اُنہیں اپنی مزدوری سے مُیسّر آتا تھا۔ اُسی میں گزران ہوتی تھی۔ اُن کا قول تھا کہ جو لوگ اپنی قلیل ترین کمائی میں ہی کسی دوسرے سے اُمید رکھے بغیر خوشی خوشی گزارہ کر سکتے ہیں۔ وہ ہی دُنیاوی پدارتھوں کی محبت سے آزاد ہو سکتے ہیں اور اسی لئے غریبی ایک بڑی برکت گنی گئی ہے۔

"واہ غریبی رنگلی جے گو رملے فقیر"

یہ اُن کا ہی مقولہ ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ غریبی ایک نہایت ہی رنگین اور خوبصورت شے ہے۔ بشرطیکہ شکھشا دینے والا کوئی کامل فقیر ہو۔

جب آپ کی لڑکی کی شادی کا وقت آیا تو ہزار روپیہ کا سامان راجہ نے لڑکی کی شادی کے لئے اُن کے ہاں بھیج دیا وہ بہت منع کرتے رہے مگر راجہ کے آدمی زبردستی وُہ سامان اُن کے گھر میں پھینک ہی گئے۔ اسی طرح اور بھی کئی شردھالو سجنوں نے اُن کے ہاں بہت سی اشیاء پہنچا دیں۔ مگر اُن کا تو نکتہ نگاہ ہی اور تھا۔ وہ تو اپنی کمائی اور اپنی حیثیت سے بڑھ کر ایک کوڑی بھی خرچ کرنے کو تیار نہ تھے۔ اس لئے لڑکی کی شادی کے ساتھ ہی اُنہوں نے ایک یگیہ بھی آرمبھ کر دیا۔ لڑکی کی شادی پر اپنی کمائی کے صرف پچاس روپے خرچ کئے اور باقی جو کچھ راج محل یا باقی عقیدت مندوں کے گھر سے آیا ہُوا تھا۔ سارے کا سارا یگیہ کے موقعہ پر غریب غربا لوگوں میں تقسیم کر دیا۔

صرف اپنا ہی اور وُہ بھی نیک نیتی اور محنت سے کمایا ہوا دھن کھانا نفس ضبط کے لئے پہلی سیڑھی ہے۔ وہ کہا کرتے تھے کہ جو ضبط نفس کا عامل نہیں۔ اُس کی وِشے کامنائیں کبھی شانت نہیں ہو سکتیں۔ جو وِشے واسناؤں میں اٹک جاتا ہے۔ وہ پربھو کے راہ پر کیسے آئے گا۔ اس لئے پربھو کے ساتھ پریم اور پریتی بڑھانے والے لوگوں کو کبھی بھی کسی کے دھن کی طرف آنکھ اُٹھا کر نہیں دیکھنا چاہیئے +

(ادم شم)

विहाय कामान्यः सर्वान्पुमांश्चरति निःस्पृहः
निर्ममो निरहंकारः स शान्तिमधिगच्छति ।

ابدی سُکھ

جہاں میں ڈھونڈتے سب ہیں ہمیں ہو ابدی سُکھ حاصل
ملیگا یہ وہاں سے ہی جہاں رہتا ہے یہ کامِل

کبھی ڈھونڈیں یہ عورت میں کبھی دولت میں عزت میں
کبھی تعریف میں اپنی کہ نیکی کاموں میں فاعل

حقیقت میں ہے سُکھ رہتا پربھو کے چرن کملوں میں
شرن میں جو بھی آجائے اُسے ہوگا ضرور حاصل

نچھاور کردے سب کچھ ہی بنا رکھا ہے جو اپنا
بجز کرنے خودی کو بھینٹ خوشی ابدی ہے لاحاصل

کلام عارفاں ہے یہ وہی اس جا رہے گا خوش
پربھُو کی یاد میں ہردم رہے دِن رات جو شاغل۔

نہیں منشا الگ کرنے کا تم کو کارِ دُنیا سے
رکھو دِل میں پربھُو کی یاد جسم سے خواہ رہو شاغل

بھلے ہی وہ رہے جاہل نِگاہ میں دُنیاداروں کی
مگر دِل میں پربھُو کی یاد جسے ہردم وہ ہے عاقل

صِدق دِل سے سدا جپتے رہو تم نام ایشور کا
بُلانے پر وہ آتا ہے اگر ہو تم میں دردِ دِل

رہیگی ہر گھڑی ٹھنڈک سرورِ دل نہ ٹوٹیگا
گناہ سے دِل ہٹا پورن رہو حق سے سدا واصل

شری سوامی پری پورنانند جی مہاراج پورن

بھگت نیلامبر داس

جا کے سنگ ہری آپ ہیں تاکو کہا بگاڑ ے

بھگت نیلامبر داس کے مقدّر کا کیا کہنا ۔ موہن کی موہنی کشش باطنی سے اِن کی طرف بے اختیار کھنچ گئے ۔ نیلامبر داس دُنیاوی سُکھوں سے ہرطرح کامیاب تھے سُکھی تھے ۔ استری، پُتر، دھن، دولت، جاہ و حشمت، سامان عیش و عشرت سب کچھ تھا ۔ مگر ان تمام مایاوی دُنیا کا اُن پر جادُو نہ چل سکا ۔ وُہ ایک دن اس حقیقی ناقابل مغلوب لاابدی وازلی کشش کے زیر اثر سب کچھ چھوڑ کر چل نکلے ۔ کہاں؟ بھگوان کے درشن کرنے کے لئے ۔ وہ بھگوان کو یاد کرتے ہوئے جگن ناتھ پوری پہنچنے کیلئے شب و روز مسافت کے مصائب اُٹھانے لگے ۔ اُن کو سمت کا بھی علم نہ تھا ۔ کہ وہ کدھر جا رہے ہیں لیکن پھر بھی وہ جا رہے تھے ۔ جدھر ان کا من لے جا رہا تھا ۔ جذب دل، کھانے پینے، آرام کرنے کا مطلق خیال نہ تھا ۔ دُھن تھی تو صرف ایک ہی "جگن ناتھ پہنچ کر بھگوان کے درشنوں کی"۔ جگن ناتھ پوری اُن کے گاؤں سے نزدیک نہیں تھی کہ ایک دو دن میں پہنچ جاتے ۔ کہاں شمالی صوبہ میں اُن کا گھر اور کہاں جنوبی پرانت میں شری جگن ناتھ پوری ۔ مگر اُنہیں تو چلتے رہنے کے سوا کچھ خبر نہ تھی ۔ اور نہ ہی تھا اُن کے سامنے کوئی اور نصب العین ۔ خیر مصیبتیں جھیلتے جھیلتے آخر گنگا جی کے کنارے پہنچ گئے ۔ گنگا میں طغیانی تھی، زوروں کے ساتھ ۔ مہیب لہروں کے اُٹھنے اور گرنے کی ہیبتناک صدا سے دل کانپ اُٹھتا تھا ۔ کوئی کشتی نہیں تھی ۔ یہ نظارہ دیکھ نیلامبر داس جی گھبرا گئے کہ کس طرح دریا کو پار کیا جائے ۔ اور بھگوان کے چرنوں میں سکون حاصل کیا جائے ۔ کوئی تجویز سوجھ نہیں پڑتی تھی ۔ آخر بھگوان کی پرارتھنا میں ہمہ تن محو ہو گئے ۔ کچھ وقت اسی طرح گزر گیا ۔ آخر ایک مچھوا (ماہی گیر) ندی میں جال پھینک کر مچھلی پکڑتا پکڑتا کشتی سمیت وہیں آ پہنچا ۔ اُسے دیکھ کر نیلامبر داس پر خوشی کا عالم طاری ہو گیا ۔ اُس نے بھگوان کو دھنیہ واد دیتے ہوئے ماہی گیر کو آواز دی " اے بھائی! کشتی کو ادھر لے آ ۔ اور اس مصیبت کے وقت مجھے ندی سے پار کر دے ۔ پیسوں کے لئے گھبرانے کی ضرورت نہیں ۔ پار پہنچنے پر جو تو مانگے گا ضرور دے دیا جائے گا ماہی گیر کی باچھیں کھل گئیں ۔ دل میں سوچنے لگا ۔ شکار اچھا پھنسا اس نے نیلامبر داس کو کشتی پر چڑھا لیا اور دریا میں اُتر گیا ۔ ماہی گیر اس غرض سے کہ نیلامبر داس کو اس کس مپرسی کی حالت میں جان سے مار کر سب کچھ چھین لیا جائے ۔ کشتی کو بلا وجہ دریا کے گرداب کی طرف بڑھانے لگا ۔ نیلامبر داس نے بھی اس کے طور و اطوار سے اُس کی نیت کو بھانپ لیا ۔ اُنہوں نے ایشور پر کامل بھروسہ رکھتے ہوئے بڑی بیخوفی کے ساتھ کہا ۔ "بھائی! تیرا اس طرح

کشتی کو بے مقصد اِدھر اُدھر لے جانے کا کیا مطلب ہے؟ کیا تو مجھے مارنا چاہتا ہے؟ اچھی بات۔ میں دیکھونگا تو کس طرح اپنے اِرادہ میں کامیاب ہو سکتا ہے؟

بنیلا مبرداس کے یہ الفاظ سُن کر ماہی گیر نے ...... خوفناک ہنسی کے ساتھ کہا۔ "تم تو بڑے دھرماتما اور ایشور بھگت معلُوم ہوتے ہو۔ اس لئے جس کو یاد کرنا ہو کر لو۔ کیونکہ تھوڑی سی دیر میں تمہارا کام تمام ہو جائے گا"

بنیلا مبرداس جی اُس کی دھمکی سے یا موت کو سامنے دیکھ کر بالکل نہ گھبرائے اور ایشور کو یاد کرنے میں محو ہو گئے اِتنے میں پیچھے سے ایک بڑی رُعب دار آواز کانوں میں آئی۔ ماہی گیر کا دِل کانپ اُٹھا اور بنیلا مبرداس کو گونہ مسّرت حاصل ہوئی۔ دونوں نے مُڑ کر دیکھا کہ کنارے پر ایک بانکا راجپوت تیر دکمان تانے کھڑا ماہی گیر کو مخاطب کر کے کہہ رہا تھا

"ابے مچھوے! اِدھر کشتی لے آ۔ اگر تجھے زندگی کی اُمید ہے تو فوراً اِس کنارے سے کشتی کو لگا۔"

ماہی گیر کا رنگ فق ہو گیا۔ دِل مارے خوف کے کانپ اُٹھا۔ مگر پھر بھی اُس نے کانپتے ہوئے بازوؤں سے کشتی کو آگے ہی لے جانے کے لئے چپّو مارا۔ اِتنے میں ایک سنسناتا ہُوا تیر کشتی میں لگا۔ اور ہیبتناک للکار فضا میں گُونج گئی۔ "خبردار! او نیچ مچھوے۔ تُو باتوں سے ماننے والا نظر نہیں آتا۔ اب کے ایک بار بھی کشتی کو آگے لیجانے کی کوشش کی۔ تو دوسرا تیر تیرے سینے کے اندر پیوست ہو گا۔"



اب ماہی گیر کے ہوش ٹھکانے لگے اور سمجھا کہ اب کنارے پر کشتی لگائے بغیر زندگی کی خیر نہیں۔ چنانچہ اُس نے فوراً کشتی کو کنارے سے آ لگایا۔

راجپوت نوجوان نے کہا۔ "او کچھوے! دیکھو میں تم جیسے لوگوں کا جو غریبوں اور بے نواؤں کو ناحق ستانے، لوٹنے اور مارنے کا پیشہ اختیار کئے ہوئے ہیں، مجسّم کال ہوں۔"

راجپوت کے یہ الفاظ سُن کر نیلامبرداس نے اُس کا بڑا دھنیہ واد کرتے ہوئے کہا۔ اے محسنِ اعلیٰ! آج آپ نے عین وقت پر میری امداد کی اور مجھے موت کے مُنہ سے بچا لیا۔ ایک اور بھی مہربانی کریں اور مجھے جگن ناتھ پوری جانے کا راستہ بتا دیں۔ میں بھگوان کے درشنوں کے لئے از حد بیتاب ہوں۔

نوجوان راجپوت نے نیلامبرداس کو تسلّی دی اور ماہی گیر کو خشمگین لہجہ میں کہا "جلد اِس برہمن دیوتا کو ندی کے دوسرے کنارے چھوڑ آؤ۔ میں تمہاری اِس کنارے سے خوب نگرانی کروں گا۔ اگر ذرا بھی تُو نے خرابی کی، تو سمجھ لو بہاں سے ہی سنسناتا ہُوا تیر تمہارا پیغام اجل بن کر تمہارے سینے سے پار ہو جائے گا"

ماہی گیر نے اتنے میں ہی اپنی خلاصی دیکھتے ہُوئے نوجوان راجپوت کے قدموں کو چھُوا اور بھگت نیلامبرداس کو کشتی پر بٹھا لیا۔ نیلامبرداس نے جاتی دفعہ ایک احسانمندانہ نگاہ اِس راجپوت پر ڈالی اور اُن کو ایسا معلوم ہُوا کہ وہ راجپوت کوئی معمولی آدمی نہیں بلکہ پرماتما کا ہی سروپ ہے۔ اُس کے درشنوں سے وہ گدگد ہو گیا۔ سچ ہے۔

"ڈنڈا پیرا ے وِگڑیاں تگڑیاں دا"

تموگُن پرش سختی سے ہی راہِ راست پر آتے ہیں۔

دوسرے کنارے پر پہنچ کر نیلامبرداس نے پھر اپنی راہ لی۔ کچھ دِنوں بعد جگن ناتھ پُوری پہنچ ہی گئے اتفاقاً اُسی دِن رتھ یاترا تھی۔ ساری پُوری پر آنند کی گھٹائیں چھا رہی تھیں۔ بھگوان کے رتھ کے ساتھ ہزاروں زن و مرد بھگتی کے گیت گا رہے تھے۔ یہ دیکھ کر بھگت نیلامبرداس کا دل بلّیوں اُچھلنے لگا۔ قدرت کی مُراد بر آئی۔ وجد میں آ کر رتھ کے سامنے ناچنے لگے۔ آنکھوں سے پریم کی دھار بہہ رہی تھی۔ آخر وفورِ جذبات میں اِتنا بیخود ہو گیا۔ نیلامبرداس نے شری جگن ناتھ کے پریم میں مگن ہو کر من کی بات پربھو کو کہی۔ بھگت اور بھگوان میں آنکھیں چار ہوتے ہی پُر اسرار بات چیت ہو گئی۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے نیلامبرداس جی رتھ کے سامنے گر پڑے اور اُن کی آتما بھگوان کی آتما میں لین ہو گئی۔ لوگ اُن کی سچی بھگتی و جذبۂ عشق کو دیکھ کر عش عش کر اُٹھے۔ (ادم شم)

پریم پیالہ

پریم پیالہ جو پیے سیس دکشنا دے
لوبھی سیس نہ دے سکے نام پریم کا لے

پریم پیالہ بھر پیا راس رہا گور گیٰ
دیا نقارہ شبد کا لال کھڑے میدان

پریم پریم سب کو کہے پریم نہ چینہے کوئے
آٹھ پہر بھینا رہے پریم کہاوے سوئے

آیا پریم کہاں گیا دیکھا تھا سب کوئے
چھن روئے چھن میں ہنسے سو تو پریم نہ ہوئے

غوطہ مارا سِندھ میں موتی لائے پیٹھ!
وُہ موتی کیا پائیں گے جو رہے کنارے بیٹھ

"سُندر سپن!"

شری ساجن بھارتی

بیباکھ کی بہار در آغوش رنگین فضاؤں نے صحنِ چمن کو لالہ زار بنا دیا تھا۔

سورج کی گنگا جمنی کرنیں چھائے بہار میں مست و سرشار شاخوں کی گل بداماں پتیوں سے آنکھ مچولی کھیل رہی تھیں ــــــ

نسیم کے مستانہ وار لطیف جھونکے خوشنما پھولوں کی نازک پنکھڑیوں سے اٹھکھیلیاں کر رہے تھے ــ

رنگین تتلیاں پھولوں پر رقص فرما تھیں ــــ

بھونرا کلیوں کے پریم میں مگن، پریم کے رس بھرے گیت گا رہا تھا ــــ

اور میری آنکھیں اپنے "کرشن کنہائی" کے "کومل ادھروں" پر رقص کرنیوالی "مدھر مسکان" کا "سندر سپن" دیکھ رہی تھیں

رُباعیات

شری ساجن بھارتی

اللہ عطا کرنا نہ عظمت مجھکو
دینا نہ فرشتوں پہ فضیلت مجھکو
اک بار نکالا گیا جس جنّت سے
اب ایسی نہیں چاہیئے جنّت مجھکو

احساسِ خوشی و شادمانی۔ توبہ
تمیزِ شکست و کامرانی ۔ توبہ
دِل "رنگِ دوئی" سے ہو گیا بیزار
اُف یہ "شوقِ زبُوں"۔ "ذوقِ فانی" توبہ

بھگت چنڈی داس

شری ٹولیا رام شاہ فیروزپوری

پنجابی زبان میں ہیر رانجھے کا قصہ لکھ کر سید وارث شاہ نے اپنے نام کو امر کر دیا ہے۔ اِس قصے کے چند ایک مداحوں کا کہنا ہے۔ کہ ہیر نام ہے روح کا اور رانجھا نام ہے جسم کا۔ جس طرح رُوح کے بغیر جسم اور جسم کے بغیر رُوح کا کوئی مرئی وجود نہیں۔ اُسی طرح ہیر کے بغیر رانجھے اور رانجھے کے بغیر ہیر کا حال بالکل تباہ تھا۔ اِسی قسم کا ایک قصہ مُلک بنگال میں شہرت حاصل کر چکا ہے۔ جو بھگت چنڈی داس اور رامی دھوبن کے بارے میں ہے۔

ہندوستان کے قدیم فلسفے نے محبت کو تین مدارج میں تقسیم کر رکھا ہے۔

اوّل :۔ عشقِ مجازی یا جنسی اختلاط۔

دویم :۔ عشقِ حقیقی یا عارفانہ اتصال۔

سویم۔ عشقِ روحانی یا جزو کا اپنے کل میں سما جانا۔

علاوہ ازیں اُپنشدوں کی رُو سے یہ تین اقسام کے عشق انفرادی حیثیت کے مالک نہیں ہیں۔ بلکہ عشقِ روحانی کی ہی مختلف کڑیاں ہیں۔ بہ الفاظِ دیگر جسم کی قرابت۔ بوس و کنار۔ وظیفۂ زوجیت۔ شعر و شاعری۔ رقص و سرود حمد و ثنا۔ توصیف و مراقبہ۔ خود شناسی و خود فراموشی وغیرہ اظہارِ محبت کے مختلف ذرائع ہیں۔ اور عشقِ روحانی کے ابتدائی۔ ثانوی اور ضمنی مرحلے ہیں۔ وشنو مت کے پجاریوں نے اِس فلسفے کو رادھا اور کرشن کی مشہور تماثیل کے حوالوں سے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ جس میں کرشن کو بھگوان اور گوپیوں کو انسانی ارواح اور برندابن کو میدانِ آگاہی کی صورت میں پیش کیا گیا ہے۔ بعد ازاں وشنو مت کے اِسی فلسفہ کو تانترک شاخ کے بودھوں نے اپنے مٹھوں میں عملی صورت میں رائج کیا۔ دیوداسیوں کو دیوتا کے بُت کے سامنے ناچنا پڑتا تھا۔ فنِ موسیقی یا راگ ودیا کو علمِ معرفت اور تصوف کی ایک ضروری شاخ قرار دیا گیا۔ اور وصلِ خداوندی سے وابستہ کتب کا بیشتر حصہ شعر و شاعری اور نظموں کی شکل میں تصنیف کیا گیا۔ دیوتاؤں کو خوش رکھنے کے لئے بھجن۔ کیرتن۔ شبد۔ جاپ اور الاپ پر خاص زور دیا گیا۔

کہتے ہیں کہ چنڈی داس بھی اِسی قسم کے ایک مندر کا پجاری تھا۔ شعر و شاعری اور فنِ موسیقی میں کمال دسترس

حاصل تھی۔ تمام چھوٹے بڑے اُس کی سیرت اور صورت کے غلام تھے۔ چنڈی داس چودھویں صدی عیسوی میں جونپور کے قرب و جوار میں واقع واسلی دیوی کے مندر کا ہر دلعزیز پجاری تھا۔ اور ذات کا برہمن تھا۔ ایک دن وہ دریا کے کنارے کنارے جہاں عورتیں کپڑے دھو رہی تھیں۔ چلا جا رہا تھا۔ اُن عورتوں میں ایک نوجوان دوشیزہ رامی بھی تھی۔ جو ذات کی دھوبن تھی۔ مگر حُسن میں کسی شہزادی یا دیوداسی سے کم نہ تھی۔ دونوں کی نگاہیں چار ہوئیں۔ پہلی جھلک میں صبر کا پیمانہ چھلک گیا۔ بھگت چنڈی داس اُس ہی لمحہ رامی کے عشق میں سرشار ہو کر بجائے مندر کا پجاری رہنے کے پریم پجاری بن گیا۔ رامی نہایت ہی حسین اور شریف لڑکی تھی۔ مگر سماج کی نگاہوں میں ایک دھوبن کسی برہمن کی کچھ بھی نہیں ہو سکتی۔ تاہم چنڈی داس نے اپنے گیتوں میں کھلے بندوں اپنے عشق کا اقبال کیا۔ چنڈی داس کے گیت پیار کی حدود سے نکل کر پرستش کے درجہ تک پہنچے ہوئے جذبات سے معمور تھے۔ چنڈی داس کہتے۔

"میری محبوبہ میں نے تیرے قدموں میں پناہ لی۔ جب تُو سامنے نہیں آتی تو مجھے چین نہیں آتی۔ تو میرے لئے اُسی طرح ہے۔ جس طرح ایک بیکس بچے کے لئے ماں۔ تو میری دیوی تو میرا خدا ہے۔ تو میرے گلے کی مالا ہے۔ تم میری پرستش اور میری دُعاؤں کی سجدہ گاہ ہو۔ میں تمہارے بغیر ایک پل بھی نہیں رہ سکتا۔ اپنے خوبصورت بالوں میں پھولوں کا گجرا نہ لگایا کرو اُبھرتے ہوئے جوبن کے گرد انگیا نہ کھینچا کرو۔ میں دبی ہوئی چنگاریوں رُکی ہوئی خواہشوں۔ ممنوع تمناؤں اور شکستہ تیروں کے سہارے کب تک اُڑتا رہوں گا۔ میری زندگی راحت نہیں۔ رنج بھی نہیں بلکہ ایک جستجو ہے۔ تیرے پیار میں رہنے کے بجائے ایک مرتبہ بطور شعلہ بلند ہو کر بجھ جانے کو جی چاہتا ہے۔ محبت ہی خدا ہے۔ محبت ہی خدا کی سب سے بڑی طاقت ہے۔ فرض۔ اصُول گیان اور مذہب کی دیواریں اِس عظیم طاقت کے سامنے محض کھلونے ہیں۔ ساری خلقت ایک اشتراک میں بندھی ہوئی ہے۔ تکلیف بڑے کو ہو یا چھوٹے کو ہو تمام کائنات میں پھیل جاتی ہے۔ لیکن پھر بھی میرے دل میں کوئی خواہش نہیں ہے"۔

چنڈی داس کے گیت رامی کی بدنامی کا باعث بن گئے۔ یہ دیکھ کر چنڈی داس کو تو برہمنوں نے اپنی برادری سے خارج کر دیا۔ ادھر رامی کی ماں کو پتہ چلا تو اُس نے بیٹی کو مار مار کر کوٹھڑی میں بند کر دیا۔ گھر سے باہر جانے پر پابندی لگا دی۔ رامی نے کھانا پینا چھوڑ دیا اور دن بدن سُوکھ کر کانٹا ہو گئی۔

چنڈی داس کے درد بھرے گیت جو اُس نے رامی کے پیار میں لکھے فضاؤں میں بارہ سال تک گونجتے رہے۔ بچے چنڈی داس کو دیوانہ سمجھ کر اُسے پتھر مارتے۔ مگر وہ پاگلوں کی طرح ہنستا اور گاتا ہوا رامی کی گلیوں میں گھوما کرتا۔ رامی بھی یہ خبریں سُن سُن کر نڈھال ہوئی جاتی تھی اُسے دِق کا مرض لاحق ہو چکا تھا۔ اِدھر چنڈی داس مرض دیوانگی میں مبتلا تھا۔ یہ ناگفتہ بہ حالت دیکھ کر چنڈی کے بڑے بھائی رودی داس کو بہت ترس آیا۔ اُس نے چنڈی داس کے گورو سوامی سچدانند جی سے پرارتھنا کی کہ کچھ اُپائے کریں۔ گورو جی نے اپنا شفقت بھرا ہاتھ چنڈی داس کے سر پر رکھا اور محبت کا فلسفہ سمجھاتے ہوئے کہا "میرے بچے میں چاہتا ہوں کہ تم محبت کی رُوحانی منزلیں طے کرو۔ عشق مجازی اور عشق حقیقی گھٹیا قسم کے عشق ہیں۔ عشق مجازی میں آدمی کی خواہش یہ ہوتی ہے۔ کہ وہ اپنی معشوقہ پر قبضہ جمائے اُسے اپنا لے۔ ہو سکے تو اُسے اپنی بیوی یا داسی بنا کر عشق کرے۔ بھلا کسی نازک بدن دوشیزہ کو غلامی کی زنجیروں میں جکڑنا کہاں کا عشق ہے۔ اگر تم عشق حقیقی کی طرف مائل ہوتے ہو تو تمہاری یہ خواہش ہوگی کہ تم اپنے خدا یا محبوب کے ہو جاؤ۔ اُس کی رضا کے سامنے سر کو جھکاؤ۔ اُسے مالک اور خود کو اُس کا غلام سمجھو۔ مگر یہ خودی کے خلاف ہے

وید ویاس جی تو کہہ گئے ہیں کہ سر وُہ ہے جو خدا کے سامنے بھی نہ جُھکنے پائے۔ اس لئے میرے عزیز شاگرد عشق روحانی ہی سب سے افضل ہے۔ جس میں نہ تو کسی کا غلام بننے کا سوال پیدا ہوتا ہے اور نہ کسی کو غلام بنانے کا سوال پیدا ہوتا ہے۔ بلکہ عاشق عاشق نہیں رہتا۔ معشوق معشوق نہیں رہتا۔ دونوں گھل مِل کر ایک ہو جاتے ہیں۔

تو تو نہ رہا میں میں نہ رہا۔ بس جھگڑا خودی کا پاک ہُوا۔

"میرے ہونہار بچے"۔ رامی کے عشقِ مجازی سے باز آؤ۔ اُس سے عشق حقیقی بھی نہ کرو۔ اگر کرنا ہی چاہتے ہو تو اُس سے عشق روحانی کرو۔ دُنیا کے بنانے والے رام کو ہر ایک رُوپ میں رامی کے اندر دیکھو۔ تمہارا کلیان ہوگا۔ عشقِ روحانی بڑا آسان ہے۔ یعنی عشقِ مجازی سے دستبردار ہو جانے کا نام ہی عشق روحانی ہے۔ محبت میں ہار جانے کو ہی "جیت" مانا جاتا ہے۔ میرے ہونہار لختِ جگر اپنے بھائی کا کہا مان لو اور گھر چلے جاؤ۔

اپنے بھائی روی داس کی آہ و فریاد اور گورو سچدانند کی خوشنودی کی خاطر چنڈی داس گھر لوٹ آیا اور اعلان کر دیا کہ رامی کے عشقِ مجازی سے میرا کوئی سروکار نہیں۔ وہ جہاں چاہے شادی کر سکتی ہے۔ میرا اُس سے اب کوئی جسمانی یا مجازی سروکار نہیں ہے۔ یہ سُن کر رامی کو غش آگیا اور وہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے آسمان کو تکنے لگی جیسے کہ وہاں چنڈی داس بیٹھا ہو۔

چنڈی داس کے اعلانِ دستبرداری سے برادری والے براہمن بہت خوش ہوئے اور اُسے شدھ کرنے کی رسم کی تیاریاں کرنے لگے اُن کا خیال تھا کہ شودر قوم کی لڑکی سے پیار کرنے والے آدمی کا دل اور جسم ناپاک ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اس مقصد کے حصُول کی خاطر ہون کی آگ نے فضا کو منور کر دیا۔ وید منتروں کے الاپ کے باعث وجدانی کیفیت چھا گئی۔ چنڈی داس بھی وہاں لائے گئے۔ اور شدھی کی رسم کا آرمبھ ہُوا کہ اتنے میں رامی وہاں آپہنچی تب چنڈی داس کو سوائے رامی کے کچھ بھی نظر نہ آیا۔ دونوں تیزی سے دوڑ کر ایک دوسرے سے بغل گیر ہوگئے۔ غش کھا کر زمین پر گر پڑے۔ اور اُسی وقت اُن کی رُوح ہمیشہ کے لئے قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔ وہاں بیٹھے ہوئے چند ایک نیک دِل براہمنوں کو الیسا روپی ملاپ دکھائی دیا۔ جیسے رامی "رادھا" ہو اور چنڈی داس "کرشن"۔ "ادم شم"

مہاتما مست رام جی

عاشقِ رُوحانی

ایس عشق دے اُلٹے چالے۔ بھر بھر دیند اُٹھ سر پیالے　　سیلوک پی ہوون متوالے۔ مُکھ تھیں کچھ نہ کہندے نی
عاشق مست ہو رہندے نی

عشق ہوراں دے اُلٹے رٹے۔ عاشق پھرن ہمیشہ پھٹے　　لوکی مارن پھڑ پھڑ وٹے۔ ایہہ گل عاشق کہندے نی
عاشق مست ہو رہندے نی

ایس عشق دی جاں اگ بھڑکے۔ لوکی ڈیون سُولی پھڑکے　　عاشق دا دِل ذرہ نہ دھڑکے۔ چوٹا سر پر سہندے نی
عاشق مست ہو رہندے نی

عشق ہوری جد لشٹے چھکادن۔ گھر باہر دی ہوش بھُلادن　　مکے مسجد پیر نہ پادن۔ لوک دیوانہ کہندے نی
عاشق مست ہو رہندے نی

عاشق پھردے سدا حیرانے۔ لوکی سارے مارن طعنے!　　عاشق وسدے لامکانے۔ "صُم بکمن" رہندے نی
عاشق مست ہو رہندے نی

مست رام کو جانو جھلّا۔ مکھ تھیں رام نہ کہندا اللّٰہ　　دُوجے دا نہیں پھڑدا پلّہ۔ سوہنگ سوہنگ کہندے نی
عاشق مست ہو رہندے نی

سچا عاشق

از مہاتما شہنشاہ جی مہاراج

سچا عاشق ہے جو وہ خوف و خطر کیا جانے　　حُسنِ یکتا کی قدر عِلم و ہُنر کیا جانے
عِشق کے اُونچے رُتبے کو خُدا ہی جانے　　پر جلیں یاں پہ فرشتوں کے بشر کیا جانے
رُتبہ مجنوں و لیلےٰ تو جانے کوئی　　حُسنِ لیلےٰ کو بھلا شمس و قمر کیا جانے
صبر کہتے ہیں جسے شمع سے جا کر پُوچھو　　اور پروانہ بھلا صبر و شُکر کیا جانے
دیکھ سکتی ہی نہیں دُنیا کی آنکھیں اِسکو　　نُور کیا شے ہے بھلا کورِ نظر کیا جانے
ناصح تجھ کو خبر دین کی دُنیا کی سہی　　ہے جو دونو سے پرے اِسکو مگر کیا جانے
جاننا اِس کو ہے تو جا کے شہنشاہ سے مِلو　　جو نہیں اِس سے مِلا۔ اِسکی خبر کیا جانے

حکیم نند لال صاحب حکیم حاذق کے چند خاص

مُجرّبات

اکسیر دماغ المعروف برہمی رسائن:- دماغ کی طاقت کیلئے خاص دوا ہے۔ ہر قسم کی دماغی کمزوری کو دُور کر کے حافظہ کو تیز کرتی ہے۔ یادداشت بڑھ جاتی ہے۔ دماغی کام کرنے والوں مثلاً طالب علموں اور پروفیسروں کیلئے نہایت مفید ہے قیمت ایک ماہ کے لئے 60 خوراک۔ -/15 روپیہ

دوائے ماسخورہ:- آجکل یہ بیماری اس قدر بڑھ رہی ہے کہ شاید سو میں سے پانچ آدمی اس سے محفوظ ہوں گے اس بیماری سے دانتوں کی جڑیں ننگی ہو جاتی ہیں۔ مسوڑھوں سے خون اور پیپ نکلتا ہے۔ منہ سے بدبو آتی ہے۔ ہاضمہ خراب ہو جاتا ہے۔ دانت ہلنے لگتے ہیں اور آہستہ آہستہ سب نکل جاتے ہیں اور مصنوعی دانتوں کی ضرورت پڑتی ہے۔ اس کیلئے منجن یا برش کرنا مفید نہیں رہتا۔ کیونکہ مسوڑھے زخمی ہونے کی وجہ سے رگڑ برداشت نہیں کر سکتے۔ دوائے ماسخورہ اس بیماری کو دُور کرنے کے لئے بہترین دوا ہے۔ صبح و شام مسوڑوں پر لگا دیں۔ قیمت فی شیشی دو روپے -/2

اکسیر چشم:- آنکھوں کی تمام بیماریوں کے لئے نہایت مُفید دوا ہے۔ دُھند۔ جالا۔ ککرے۔ آنکھوں سے پانی آنا اور سُرخی کو بہت جلد ٹھیک کر دیتی ہے۔ بچوں اور بڑوں کے لئے یکساں مفید ہے۔ قیمت فی شیشی -/1 روپیہ

جواہر مہرہ سپیشل:- دل کی کمزوری کے لئے نہایت اعلےٰ دوائی ہے۔ جس کی پہلی خوراک ہی اپنا اثر دکھلاتی ہے۔ جب دل ڈوبتا ہو۔ ٹھنڈا پسینہ آ رہا ہو۔ اور ہاتھ پاؤں ٹھنڈے ہو گئے ہوں تو فوراً ایک خوراک کھلا دیں۔ بہت جلدی طبیعت سنبھل جائیگی قیمت فی ماشہ -/5/- (16 خوراک)

اکسیر بول:- جب گردہ و مثانہ کمزور ہو جاتا ہے۔ تو پیشاب بار بار آتا ہے۔ بوڑھوں میں یہ تکلیف اکثر پائی جاتی ہے۔ دن رات میں کئی دفعہ پیشاب کے لئے اُٹھنا پڑتا ہے۔ رات کی نیند خراب ہوتی ہے۔ قیمت ایک ماہ کے لئے۔ پندرہ روپیہ -/15

حبوب وجع المفاصل جوڑوں کے درد خواہ وہ زیادتی ریح کی وجہ سے پیدا ہوں یا بلغم کی وجہ سے یا یورک ایسڈ کے جمع ہونے سے سب کے لئے یکساں مُفید ہیں۔ نئی بیماری پندرہ یوم اور پرانی بیماری ایک ماہ میں دُور ہو جاتی ہے۔ قیمت ایک ماہ کیلئے -/15 روپیہ ایک ہفتہ کے لئے -/4 روپے۔

آنند تیل:- یہ تیل ہر قسم کے دردوں پر مالش کرنے سے بہت جلد آرام دیتا ہے۔ درد خواہ نمونیا کا ہو یا گٹھیا کا ہر حالت میں فائدہ کرتا ہے۔ قیمت فی شیشی 2 تولہ -/2 ½ تولہ۔ ایک روپیہ

مرہم خارش:- کھجلی خواہ کسی جگہ پر ہو۔ بیمار کو بہت پریشان کرتی ہے۔ اس مرہم کی مالش کرنے سے بہت جلدی آرام ہو جاتا ہے۔ قیمت فی ڈبیہ ایک اونس -/1 روپیہ

نوٹ:- علاوہ ازیں ہر ایک بیماری کے متعلق مُفصل حالات لکھ کر مشورہ مفت حاصل کریں۔
جواب کے لئے جوابی کارڈ یا لفافہ آنا ضروری ہے۔

ملنے کا پتہ:- آیورویدک و یونانی میڈیکل ہال۔ 128۔ بھگت سنگھ مارکیٹ۔ نئی دہلی

انسانوں کی بستی

از نازؔ سونی پتی

اس مکر و فریب کی دُنیا میں ہر اہلِ دل گھبراتا ہے
ہے صبر و سکون و قرار کسے کوئی آتا ہے کوئی جاتا ہے

اِس انسانوں کی بستی میں بستے ہیں درندہ خو انساں
انسان وہ کام کا انسان ہے، جو کام انسان کے آتا ہے

آرام کے طالب کو ہر دم آلام اُٹھانے پڑتے ہیں
جو دیتا ہے وہ لیتا ہے جو کھوتا ہے وہ پاتا ہے

ساحل کی تمنا کیوں کرتا وہ کوئی سہارا کیوں ڈھونڈے
موجوں کے تھپیڑے کھا کھا کر جو اپنا دل بہلاتا ہے

اے حضرتِ دل کچھ ہوش میں آ، دیوانہ پن یہ ٹھیک نہیں
تیرے ہرجائی بننے کا ہر کوئی مذاق اُڑاتا ہے

فریاد اثر سے خالی ہو جاتی ہے، ہاں معلوم نہیں
"ہم جس کو غمِ دل کہتے ہیں اس دیس میں کیا کہلاتا ہے؟"

اے نازؔ و ادا کے متوالے اے رنگ و نور کے شیدائی
وہ تیرے ناز اُٹھائینگے؟ جن کے تو ناز اُٹھاتا ہے!

زندگی اور موت کے سوال کا حل

از شری کرپا رام جی ساہنی بی۔اے

لوگ کہا کرتے ہیں کہ جو جنما ہے ضرور ہی مرے گا۔ بات بالکل صحیح ہے۔ اس کے لئے پرمان یا دلیل کی ضرورت نہیں جبکہ ہم روز دیکھتے ہیں۔ کہ ایک پیدا ہوتا ہے۔ دوسرا مرتا ہے۔ بلکہ جو ہمارے رُوبرو پیدا ہُوا۔ پرورش پائی۔ اور بچہ سے جوان ہُوا۔ وہی ہمارے دیکھتے دیکھتے موت کی گود میں جا سویا۔ یہ سب کچھ بازیگر کے تماشہ کی طرح ہو گیا۔ بازیگر نے آکر تماشہ کرنا شروع کیا۔ سب کے سامنے آم کی گٹھلی زمین میں دبا لی۔ پانی ڈالا اور پھیلا لی۔ کچھ دیر بعد پودا بن گیا۔ پھر درخت ہو گیا۔ پھول آ گیا۔ پھل لگ گیا۔ سب نے اچھی طرح سے دیکھا لیکن چادر کے اُٹھاتے ہی درخت غائب۔ چلو تماشہ ختم۔

جیو آتما امر ہے۔ وہ بذاتِ خود ناش ہونے والا نہیں ہے۔ لیکن وہ ہمیشہ ایک شکل یا صورت میں رہنے والا بھی نہیں۔ سنسار میں جس قدر پدارتھ ہیں۔ جتنی بھی اشیائے ہیں۔ ہستی سب کی قائم رہتی ہے۔ لیکن ایک شکل میں نہیں۔ سونا ایک چیز ہے۔ کنگن اُس کی شکل ہے۔ جب کنگن سے آرسی تیار کر دی گئی۔ تب شکل تو تبدیل ہو گئی لیکن سونے کا وجود اُسی طرح کام کرتا ہے۔

وچارنے کی بات ہے۔ کہ کیا کوئی ہمیشہ ایک شکل میں قائم رہ سکتا ہے۔ تو سب ہی جواب دیں گے کہ نہیں کیونکہ تجربہ اور مشاہدہ ہر ایک کو بتلا رہا ہے۔ کہ جو پیدا ہوا ہے۔ ضرور مرے گا۔ انسان کا خوبصورت جسم رُوح کے جُدا ہوتے ہی خاک میں مل کر خاک ہو جاتا ہے۔ اس کے ذرے دوسری شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ پہلی شکل معدوم ہو جاتی ہے۔ نظر تک نہیں آتی۔ اسی کو لوگ مرنا کہتے ہیں۔ جو مر گیا سو مر گیا۔ پھر وہ کہاں۔ یہ ضرور ہے کہ مرنے والے کی امر آتما کسی دوسری شکل کو اختیار کر کے دُنیا میں آ موجود ہوتی ہے۔ لیکن وہ پہلی شکل تو غائب ہو جاتی ہے۔ وہ تو لاکھوں تدابیر کرنے پر بھی نہیں مل سکتی۔ بس یہی ایک وجہ ہے کہ مرنے کا دُکھ مانا جاتا ہے۔ ورنہ بات ہی کیا ہے ایسا تو ہونا ہی ہے۔

دُنیاوی عیش و عشرت میں پھنسا ہوا انسان۔ جذبات کا غلام بنا ہُوا انسان۔ رغبت اور نفرت کے دو پاٹوں میں آیا ہُوا انسان۔ یہ کب سوچتا ہے کہ یہ میری ہستی برائے نام ہستی ہے۔ میری آتما کی کوئی شکل نہیں۔ صورت نہیں۔ تصویر نہیں۔ مورتی نہیں۔ جو کچھ بھی ہے وہ اِس جسم کی ہے۔ اور یہ جسم مُجھ سے جُدا ہے ایک روز تو بالکل ہی جُدا ہو جاویگا۔ اور مجھے کوئی دوسرا جسم دھارن کرنا پڑیگا۔ میں اسی طرح شروع سے جنم مرن کے سلسلہ میں گرفتار چلا آ رہا ہوں اور جب تک اِس جنم کے چکر سے چھوٹ کر نجات نہ پاؤں گا۔ تب تک اسی طرح گھومتا رہوں گا اور دُکھ پاتا رہونگا یہ نہیں سوچتا کہ دنیاوی ساز و سامان سب مجھ سے جُدا ہی ہیں۔ اور سب ناش ہونے والے ہیں۔ میرا ان سے کوئی بھی سمبندھ نہیں ہے۔ اور نہ کبھی ہو سکتا ہے۔

یہ نہیں سوچتا کہ گھربار کے لوگ اور یار دوست یہ بھی سب مجھ سے جُدا ہی ہیں۔ نہ یہ میرے ہو سکتے ہیں اور نہ

ہیں اُن کا۔ دُور دراز کے مسافروں کی طرح سے ریل کے کمرے میں آجمع ہوئے ہیں۔ جس وقت جس کا مقام آئیگا وہ اُسی وقت اپنا ڈنڈ کمنڈل اُٹھا کر چلتا بنے گا۔ غرض سوچنے کیلئے سب کچھ ہے۔ اور یہی وچار اس کو نیکی کے راستہ پر لا سکتی ہے۔ انسان کی پوُجا پاٹھ۔ روزہ نماز و عبادت بندگی۔ اور جو کچھ بھی یہ ایشور کے لئے یا دھرم کے نام پر کرتا ہے۔ تب ہی سپھل ہو سکتی ہے۔ کہ جب اپنے آپ کا وچار کرے ورنہ سب کچھ بے سوُد۔ مُراد آباد کے برتن مشہور ہیں۔ لکھنوٴ میں کپڑا بنتا ہے۔ آگرہ میں دریاں تیار ہوتی ہیں۔ کلکتہ اور بمبئی تجارت کے دو بڑے شہر ہیں۔ اِس سبق کو روز رٹتے جائیے۔ نتیجہ کچھ بھی نہیں ہاں اِن میں سے کوئی تجارت کر کے روپیہ کمایا جاوے تو سب کچھ ٹھیک ہے۔

اے دُنیادارو! یا دنیا پرستو! زندگی کے بعد موت ہے۔ موت کے منہ میں پڑنے سے پہلے زندگی کو کامیاب بنالو۔ تم نے سُنا ہو گا کہ بہت سے راجہ مہاراجہ امر ہو گئے۔ یعنی اُن کی کیرتی اُن کی نیک نامی اُن کی زندگی کے کارنامے آج تک زبان زدِ خلائق ہیں۔ اسی لئے اِن کو امر کے لفظ سے پکارا جاتا ہے۔ بقول سعدیؒ

زندہ است نام نوشیرواں بعدل ــــ گرچہ بسے گذشت کہ نوشیرواں نماند

آپ بھی اپنے آپ کو نیک بنا دیں۔ پھر آپ بھی اُسی درجہ کے مستحق ہو جاویں گے۔ یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ مرنے کو سب ہی مریں گے۔ حاکم بھی مرے گا اور محکوم بھی۔ نیک بھی مرے گا اور بد بھی۔ دھرماتما بھی مرے گا اور ظالم بھی۔ بھلا بھی مرے گا اور بُرا بھی۔ جوان بھی مرے گا اور بوڑھا بھی۔ امیر بھی مرے گا اور فقیر بھی۔ ستانے والا بھی مرے گا اور ستایا جانے والا بھی۔ شہ زور بھی مرے گا اور کمزور بھی غرضیکہ مریں گے سب۔ باقی کوئی نہیں بچے گا۔ ہاں یہ ضروری ہے۔ کہ کوئی دو دِن پہلے جائیگا اور کوئی دو دِن پیچھے پھر اس سے کیا جانا تو سب کو ہی ہے۔ اب سوال جانے یا نہ جانے کا نہیں ہے۔ بلکہ سوال ہے نیک نام اور امر ہونے کا۔ سوال ہے اپنی زندگی کو کامیاب بنانے کا۔ اور سوال ہے دُنیا میں شانتی اور سُکھ پھیلانے کا۔ یہ سب کچھ تب ہی ہو سکتا ہے کہ جب اپنی اصلیت پر غور کیا جاوے۔ اپنی طاقت کا اندازہ لگایا جاوے اپنے اور غیر کے سمبندھ میں نظر ڈالی جاوے اور قانونِ قدرت کے مطابق عمل کیا جاوے۔ ورنہ ؎

کل جو تھا موجود ہم میں آج وہ معدوم ہے۔
کل جو تھا زندہ سلامت آج وہ محروم ہے۔

فہرست کتب

دھارمک کتابیں

جو دفتر رسالہ اوم سے دستیاب ہو سکتی ہیں

شریمد بھاگوت پوران: مترجم شریمان پرماربھکتی جی
حجم 864 صفحات کلاں قیمت رعائتی -/8/8

شری چیتنیہ بھگت مال: حجم ۹۰۰ صفحات قیمت -/5

شری یوگ وششٹ مہارامائن
حجم 300 صفحات۔ قیمت -/3

روحوں کی دنیا: یعنی زندگی. موت اور اس کے بعد۔ مصنفہ پنڈت جمنا داس جی افریقہ نواسی۔ قیمت :- -/8/3

مرتک روحوں سے وارتالاپ مصنفہ پنڈت جمنا داس جی قیمت 0/8/-

تلسی رامائن :- اردو مجلد باتصویر -/8/8
بالمیکی رامائن :- منشی دوارکا پرشاد افق -/8/8
جپ جی و سکھمنی خواجہ دل محمد -/4/3
گیت :- خواجہ دل محمد -/4/2
سکھمنی صاحب حکیم رمیلداس حصہ اول /-/1
حصہ دوم -/2/-
کلام مضطر حکیم رمیل داس۔ آٹھ آنے -/8/-
امرت سرودر کلاں۔ مہاتما بھاگ مل جی سائینی 6/10/-

امرت سرودر خورد :- مہاتما بھاگ مل جی سائینی 1/8/0
شانتی کے گر۔ -/4/-
اصلی جنم ساکھی گورو نانک صاحب 8/-/-
سالنامہ اوم نارائن انک 1/-/-
سالنامہ ویدانت انک۔ 1/-/-
سالنامہ شو انک :- ہندی 1/-/-
مہابھارت حصہ اول 720 صفحات 10/8/-
برہمچریہ ڈرامہ :- سوامی شوانند جی۔ -/8/-
آتنک ناشک سنواد " " " -/4/-
حب وطن :- دیوان پنڈی داس قمر۔ 1/-/-
ارمغان سخن :- از حبیب لال رعد 2/-/-
انسان اور سائنس پرنسپل چھبیل داس 1/8/-
ٹیگور ڈرامے۔ 2/8/-
پنڈت جی :- مصنفہ شرت چند 2/-/-
بڑی دیدی :- " " 2/-/-
رام درشن :- 1/-/-
گیتا رتن منظوم جو سال 1957ء میں رسالہ اوم میں شائع ہوئی تھی۔ 1/-/-
رتن رامائن (منظوم) 1/4/-
ویر رانی درگاوتی ناٹک -/10/-
گٹکا کبیر بھجن مالا۔ 1/8/-

ویدانت پردیپکا :- (ہندی) مصنفہ شری پربھودت
گرودوریان پرستھی۔ صفحات 164　　0-0-1 روپیہ

شریمد بھگوت گیتا سمپورن اٹھارہ ادھیائے معہ مہاتم
قیمت :-　　-/2

ہندو دھرم درپن مصنفہ لالہ ہرگوبند صاحب -/2

رہبر صحت :- حکیم نند لال صاحب :- -/8/1

گوبند ولاس (ہندی) سوامی گوبندانند جی -/8/1

اناسکتی یوگ یعنی گیتا بودھ مہاتما گاندھی 0/4/2

ویدانت چھند اولی مصنفہ بھولا بابا　حصہ اول ۔ 8/　حصہ دوم 8/

بھجن میراں بائی :- 6/

یوگ آسن 10/　ودرنیتی 6/

روحانی دنیا :- 8/　چانکیہ نیتی 6/

کبیر دوہاولی :- 2/　تلسی دوہاولی 2/

سچے گورو کی پہچان - 2/　صبر کی انتہا 2/

ایک ہی راستہ 8/
آنند گائیتری 8/
رشی اور جگت گورو 6/
} از شری آنند سوامی

شیو پوران مجلد 8/2　درگا چنڈی شکتی -/8/1

گرڑ پوران 4/1 - ایکادشی مہاتم -/1

رشی کیش کا مہاتما -/1　پریم پشپانجلی -/-/1

سرگزشت ٹالسٹائی :- -/8/1

تحفہ درویش یعنی پھولوں کا ہار - -/2

سوانح حیات سوامی رام تیرتھ -/4/1

پرم آنند کی پراپتی مصنفہ پنڈت جویلی رام 12/

آب گنگ - -/1 روپیہ
کوثر و تسنیم - -/1 ″
صہبائے ناب -/1 ″
نرمل وچن امرت -/1 ″
} از شری پرم ہنس سوامی نرمل دیدانت نکیتن امرت سر

کتب منشی سورج نارائن مہر

روحانیاں کہانیاں مجلد 8/3　بچار ساگر 8/1
کلام مہر -/1　گیتا مہر شرح -/8/1
فلسفہ سانکھیہ 8/　غزلیات مہر 8/
سانکھیہ اور ویدانت - 8/　قصائد مہر 8/
مثنویات مہر :- -/8/　راج یوگ -/1
کرم یوگ -/8/　بھگتی یوگ -/8/
تلسی کرت رامائن :- 8/　گلدستہ نظم حصہ اول 6/
حصہ دوم :- 6/

کتب لالہ کانشی رام چاولہ :-

امرت کنڈ - -/8/1　گیتا چھپک -/-/1　گیتا مہک -/6/1
گیتا مہک - -/1　گیتا ہٹک -/1　نادانیاں -/4/1
جیون چرتر سوامی خزان چند جی جینی -/2
Illumination of Life -/2
لطف زندگی -/2　ذرا سا -/8/　آدرش گرہست -/1
پریت سنہیے :- -/10/　انسان :- -/2　آدرش تہذیب 8/

کتب مہاتما شوبرت لال ورمن

کبیر بھجناولی -/4　روحانی اشارے -/4/1　پراسرار خزینہ دگرہ دار مرتع 1/
شاہی سیاسی 8/1　باپارادل -/8/1　کیا ہندو قوم زندہ رہیگی -/8/1

ڈرامے کشن چند زیبا

کایا پلٹ :- -/12/1　زخمی پنجاب -/2

لنگوٹی والا ۔ سرون کمار دان ویرکرن
1/8/- 1/4/- 1/12/-

ستیہ وان ساوتری دھرم ادھرم یدھ
1/8/- 1/8/-

گریجویٹ مزدور لولین عبادت
1/8/- 1/-/-

بھرتری ویراگ شتک 1/-/-

ضروری اطلاع

رسالہ ادم کے ایک پریمی سجن اپنا پورانا سٹاک متعلقہ رسالہ ادم فروخت کرنا چاہتے ہیں۔ اگر کسی سجن کو درکار ہو تو وہ منگوا سکتے ہیں۔ فہرست ملاحظہ فرمائیں:

1۔ رسالہ جات ستمبر ۳۶ء تا دسمبر ۳۶ء 2/-
2۔ فائل سال ۵۳ء مارچ تا دسمبر ۵۳ء 5/-
3۔ مکمل فائل ۵۵ء معہ یوگ انک 6/-
4۔ مکمل فائل ۵۴ء "اوپاسنا انک" 6/-
5۔ مکمل فائل ۵۷ء معہ سنت انک 6/-
6۔ مکمل فائل ۵۸ء معہ ویدانت انک 6/-
7۔ مکمل فائل ۵۹ء معہ سادھو انک 6/-
8۔ مکمل فائل ۶۰ء معہ بھگت مال انک 6/-

رسالہ کلیان ہندی کے مندرجہ ذیل انک برائے فروخت موجود ہیں۔ ہندی پریمی منگوا کر لابھ اُٹھادیں۔

ناردوشنو پوران انک قیمت 7/8/-
بھگتی انک 7/8/-
تیرتھ انک 7/8/-
ست کتھا انک 7/8/-
پدم پوران انک 6/-
مہابھارت انک 10/-

ہندی کتب

پاتنجل یوگ پردیپ 5/8
ستیارتھ پرکاش (ہندی مجلد) .. 5/8
ہرتالکا برت کتھا .... دس آنے -/10/-
پنچمی برت کتھا :- .... دس آنے -/10/-
برتارک سٹیک 2/8

مہابھارت ۔ از پروفیسر گوشل 4/-
مہابھارت ہندی لیکھک مہاشنکر مشر 5/8/-
مہابھارت: ہندی لیکھک بھیم سین ودیالنکار 1/4/-
پنچ تنتر ہندی 5/-
امرت ودیا سوامی پارس ناتھ 3/-
راشٹر نتین لیکھک سوامی شری ہری نارائن 2/8/-
دوہا مان سردور رعایتی قیمت 7/8/-
بھگوت گیتا بطرز رادھے شیام ۔ از قلم لالہ بھولارام
قیمت:- 1/8/-
تیسرا وشو یدھ :- از یوگی کیدارناتھ گوشل
2/8/-
Inside Vrinda Ban مصنف:-
شری جگن ناتھ کھنہ بی۔اے۔بی۔ٹی۔
قیمت 1/50 روپیہ

Monthly 'OM' Delhi.
Vol. 28 JUNE 1961 Regd. No. D. 84

Title Printed at Kanwal Art Press Ajmeri Gate, Delhi-6